

# دس فطری خصلتیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ  
قَصُّ الشَّارِبِ وَاعْقَاءُ اللَّحْيَةِ وَالسَّوَاكُ وَاسْتِغْسَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ  
وَعَسْلُ الْبُرَاجِمِ وَتَنْفُ الْأَبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالتَّقَامُّ الْمَاءِ بِمَعْنَى  
الِاسْتِنْجَاءِ قَالَ الرَّوَاةُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمُضْمَضَةُ.

[رواه مسلم]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فطرت کی دس باتیں ہیں:-  
(۱) لہیں کترانا، (۲) ڈاڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) ناک میں پانی ڈالنا،  
(۵) ناخن کترانا، (۶) انگلیوں کے جوڑ دھونا، (۷) بظلوں کے بال اکھاڑنا،  
(۸) زیر ناف بال موڑنا، (۹) استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے مجھے دسویں بات بھول گئی  
ہے غالباً وہ کلی کرنا ہے۔ ایک روایت میں ڈاڑھی کی جگہ غتھکا ذکر فرمایا ہے۔“

## آداب رسالت

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ بن عزلی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا حیات میں تھا اس لیے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جا رہی ہوں اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔ کیوں کہ آپ کا کلام جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو اس وقت سب کے لیے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب و ضروری تھا۔ اسی طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔

جس طرح تقدم علی النبی کی ممانعت میں علمائے دین بحیثیت وارث انبیاء علیہم السلام ہونے کے داخل ہیں اسی طرح رفع صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے ان کی آواز دب جائے۔

[تفسیر قرطبی، ج: ۱۶، ص: ۳۰۷]

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب ایسی تکلیف و استخفاف جو بلا قصد ہونے کے باوجود سوائے ادب اور کفر میں داخل ہے تو پھر جو استخفاف اور تکلیف عمداً اور بالقصد کی جائے تو اس کے صریح کفر ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، تو یہ تو بطریق اولیٰ کفر شمار ہوگا۔ [الصارم المسلول، ص: ۵۵]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس آیت میں جس بلند آواز سے منع کیا گیا ہے وہ ایسی بلند آواز نہیں جس کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف و اہانت ہو کیوں کہ ایسی بلند آواز تو کفر ہے اور یہ خطاب بھی اہل ایمان سے ہے جن کے لیے آپ کی ذات گرامی اصل ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سرِ پادین ہیں۔

[الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۶، ص: ۳۷۰]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بغدادی لکھتے ہیں: یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قول یا فعل کے ذریعہ تکلیف پہنچانا کفر ہے جس سے انسان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ لہذا ایسے اعمال سے بھی منع فرمایا گیا ہے جس سے آپ کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہو۔ [روح المعانی، ج: ۲۶، ص: ۱۳۶]

﴿إِنَّ الَّذِينَ ينادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [النساء: ۴] اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تیسرا ادب سکھایا گیا ہے کہ جس وقت آپ اپنے مکان اور آرام گاہ میں تشریف فرما ہوں اس وقت باہر کھڑے ہو کر آپ کو پکارنا خصوصاً گنوار پن کے ساتھ کہ نام لے کر پکارا جائے یہ بے ادبی ہے، عقل والوں کے یہ کام نہیں۔

## فہرست

		❁ جواہر پارے
	نہند سے بیدار ہونے کے بعد	❁ کلمہ طیبہ
	حلیہ مبارک	❁ اداریہ
2	(حافظ احمد شاہ)	❁ دریں قرآن
	کیا ہم آہنگی یہی ہے؟	❁ دریں حدیث
4	(مولانا ارشد الحق اڑی)	❁ افتاء
	تفسیر سورہ ق..... (۲۵)	❁ علوم الحدیث
11	(حافظ محمد شرف سعید)	❁ تحقیق و تنقید
	توفیق الباری	❁ تحقیق و تنقید
13	(مفتی محمد عبید اللہ خان عقیف)	❁ فکر و نظر
	تفویض طلاق، حضرت حسین کی گستاخی .....	❁ شعر و ادب
19	(حافظ رضوان عبد اللہ)	
	سنت ترکیہ اور بدعت..... (۳) آخری	
24	(ناور رشید بٹ)	
	قرآن کی حقانیت بائبل کا منہ بولتا ثبوت..... (۲)	
27	(حافظ عطاء الرحمن علوی)	
	عقیدہ امامت..... (۲)	
30	(عطا محمد جنوعہ)	
	مرزا قادیانی کے بعض الہامات..... (۱)	
	(راخ عرفانی)	
	حرص و ہوس کا معرکہ	

## کیا ہم آہنگی یہی ہے؟

دنیا میں انسانی حقوق کے سب سے بڑے پرچار کر اور بین المذاہب ہم آہنگی کے سب سے بڑے داعی..... امریکا..... مذہبی پیشوا پوپ بینی ڈکٹ کی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون میں مداخلت اور اسلام کے بنیادی اصولوں میں دخل اندازی سے وہ بات اب کھل کر سامنے آ گئی جس کو بش نے افغان جنگ کے خاتمے اور ۹/۱۱ کے حسب منصوبہ واقعہ کے بعد کھل کر کہہ دیا تھا کہ اب دنیا میں صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ پتا نہیں کہ مسلم حکمرانوں کے عقل میں عموماً اور پاکستان کے حکمرانوں بلکہ سیاست دانوں کے ذہنوں میں خصوصاً یہ بات کیوں نہیں آرہی کہ دنیا میں پانام نہاد دہشت گردی کی یہ جنگ صلیبی جنگ ہے جس کو کفار کے زیر اثر عالمی میڈیا دہشت گردی کے پرفریب نام سے نمایاں کر رہا ہے اور امریکا کے کانے ہمارے حکمران، سیاست دان اور پیوروکریٹس شتر مرغ کی طرح مفادات کی ریت میں سر دھنسائے امریکا کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ان حکمرانوں اور سیاست دانوں کے دل و دماغ مفادات پر اس طرح مرتکز رہتے ہیں کہ انہیں مفادات کی چاپ جوں ہی سنائی دیتی ہے تو یہ فوراً آنکھیں کھول کر اور پنجہ مار کر مفادات جھپٹ لیتے ہیں اور پھر دوبارہ سر ریت میں چھپا لیتے ہیں۔ لیکن اسلام پر کسی کی بیہودہ گوئی، خون مسلم کی ارزانی، مسلمانوں کی کردار کشی، مسلم ائمہ کی رسوائی رسول اللہ ﷺ..... کی خاکوں، کفار کی یا وہ گونیوں جیسی..... ناقدی سے ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ ”کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو۔ اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو۔ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“

نیز حدیث رسول ﷺ ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

یہ حکمران اور سیاست دان یا تو جہالت کے باعث قرآن وحدیث کے ان واضح احکامات سے لاعلم ہیں یا پھر ڈھٹائی سے اس کبیرہ گناہ..... نبی ﷺ کی محبت پر دنیا کی محبت کے غلبہ..... کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر لاعلمی وجہالت کی یہ وجہ ہے تو حکومت کی وزارت مذہبی امور میں شامل یا اس وزارت سے مستفاد و متعلقین..... خصوصاً محکمہ اوقاف سے منسلک..... علماء کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں تک قرآن وحدیث کی یہ وعید شدید پہنچائیں اس طرح ہر سیاسی جماعت نے جو مذہبی ونگ بنائے ہوئے ہیں ان کے کرتا دھرتا علماء کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے قائدین کو مجبور کریں کہ وہ اپنی جماعت کا منشور اور اپنی کوئی پالیسی ایسی نہ بنائیں جس سے اللہ پر ایمان اور نبی ﷺ کی محبت مجروح بلکہ اس پر آٹھ بھی آئے۔

پوپ بینی ڈکٹ کے بیان پر عوام غم زدہ بھی ہیں اور احتجاج بھی کر رہے ہیں لیکن حکومت پاکستان کا جرأت مومنانہ کا حامل کوئی احتجاج بلکہ بیان ابھی تک میڈیا میں نہیں آیا یا ہماری نظر سے نہیں گزرا جو مفادات سے بالا ہو کر حب رسول کا غماز ہو۔

آج کل ہمارے بہت سے دانشور اپنی لادین دانش کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اہانت رسول کی حرکت کو برداشت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے دور دور کی کوڑیاں لارہے ہیں جن میں ایک کوڑی یہ کہ مسلمانوں کی بے عملیوں کو بھی اہانت گردانے لگے ہیں حالاں کہ یہ صرف نافرمانی ہے اور اس کو نافرمانی ہی کہا جاسکتا ہے۔

پاکستان کے حکمرانوں کو خصوصاً اور مسلم حکمرانوں کو عموماً اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ گستاخی رسول کی ایک ملزمہ کو سزا مل جانے پر، جب کہ اپیل در اپیل کے کئی مراحل ابھی باقی ہیں، پورا صلیب اس کی مدد کو اٹھ آیا ہے حتیٰ کہ عیسائیوں کے سب سے بڑے راہنما پوپ بینی ڈکٹ بھی میڈیا میں آن وارد ہوئے ہیں جب کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسلمان گوانتا نامو، کسووو، بوسنیا، بھارت روس اور دیگر جیلوں میں گل سٹر رہے ہیں اور بعض جگہ مسلم آبادی پاکستان

کے بعض دوست ملکوں میں اپنی حکومتوں کے ظلم و ستم کا شکار ہے لیکن نہ پاکستانی حکومت کی صحت اور دوستی پر کوئی آنچ آئی ہے اور نہ ہی مسلم امہ ٹس سے مس ہو رہی ہے۔ درمندانہ گزارش ہے کہ حکم ران اپنی ملی کوتاہی پر نظر ثانی بھی کریں اور اپنی پالیسیاں بھی المومن جسد واحد کا مظہر بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی جگہ کے مسلمان بدبختی سے کسی گستاخ سے چشم پوشی کر بھی جائیں لیکن وہ اپنے رسول ﷺ کی توہین کے مرتکبین کو آخرت سے پہلے پہلے دنیا ہی میں سزا بلکہ قابل عبرت سزا ضرور دیتا ہے اس کی مثالیں تاریخ میں بھی بہت موجود ہیں اور برصغیر میں بھی۔

پوپ اور عیسائی دنیا کے حکم ران تو مسلمانوں کو برداشت اور ہم آہنگی کا سبق دے رہے ہیں اور میڈیا کی خبروں سے مترشح ہو رہا ہے کہ اب پاکستانی حکومت پر ممتاز قادری کے مقدمہ پر وہ اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ وہ بتائیں کہ کیا آپ کی اتنی ہی برداشت ہے؟ کہ آپ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں صرف اتنی بات پر برہم ہونے لگے ہیں کہ آپ کی ایک ہم مذہب خاتون اس کی زد میں آ رہی ہے؟ جب کہ اس کا فیصلہ ابھی تک ایک عدالت نے ہی کیا ہے دیگر عدالتیں ابھی باقی ہیں۔ لیکن آپ کے مذہبی راہنما نے پاکستان کے قانون میں کھلم کھلا مداخلت کرنی شروع کر دی ہے۔ کیا اسلامی ممالک میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فورم آپ اسی لیے بنا رہے ہیں کہ عیسائی، یہود، ہنود، جو مریضی کرتے اور کہتے جائیں ہم مسلمان اندھے اور بہرے بن کر سب کچھ برداشت کرتے جائیں مسلمان عیسائیت کے دین یا انجیل کا عدم احترام تو کیا، کہ ہمارے دین اور پیغمبر نے اس سے منع کیا ہے، امریکہ سرکار کے کسی حکم کی نافرمانی یا مشورہ اور پالیسی کو بھی رد کر دیں تو وہ قابل گردن زدنی ٹھہر جاتے ہیں۔ کیا ہم آہنگی اسی کا نام ہے؟ انسانی حقوق کے چمپین بننے والے امریکا کو پاکستان، افغانستان، عراق وغیرہ میں خون مسلم کے بہتے دریا نظر نہیں آ رہے؟ ہماری حکومت کو واضح کر دینا چاہیے کہ پاکستان ایک مسلمان مملکت ہے، حکومت ذمیوں کے حقوق سے خوب آگاہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس بارے میں ارشادات فرما گئے ہیں۔ ان حقوق میں اگر کوئی کوتاہی ہو تو آپ توجہ دلائیں حکومت پاکستان ان شاء اللہ اس کا فوراً ازالہ کرے گی۔ لیکن اپنے ہم مذہب لوگوں کو یہ بھی بتائیں کہ کسی اسلامی ملک میں رہ کر وہ بھی شوخی خیال اور سبقت لسانی سے محتاط رہیں اور یاد رکھیں کہ ہر مسلمان نام محمد ﷺ پر قربان ہو جانے کو سعادت جاننے کا ایمان رکھتا ہے لیکن ان کی اہانت برداشت نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے:

مہنگائی کے کھلے جڑوں اور اشیاء کی عدم دستیابی کے نوکیلے دانتوں سے عوام روٹی تک کے لیے محتاج ہو چکے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل پاکستان کے ایک پیچیدہ منصوبے، بحریہ ٹاؤن کے معروف اور باسوخ مالک نے خیرات کے نام پر اپنے منصوبے پر بحریہ دسترخوان کا سایہ کرنا یعنی غرباء کو مفت کھانا کھلانا شروع کیا تھا۔ جب کہ اس سے پہلے بھی بعض اصحاب خیر اپنے علاقے میں مساکین کو کھانا کھلانے کا عمل خیر کر رہے تھے اور اب تک کر رہے ہیں۔ وہ تو ان اصحاب کا ذاتی عمل خیر تھا جس کی حسب نیت اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں جزا ضرور دے گا۔ اس سلسلے میں خادم پنجاب نے کچھ عرصہ قبل سستی روٹی کی سکیم شروع کی جس کے نتائج ہمارے..... بددیانتی کے..... قومی مزاج کے باعث زیادہ مثبت نہ نکلے بلکہ خبریں آنے لگیں کہ سستا آٹا لے کر مہنگے داموں فروخت ہونے لگا تھا۔ ایک شہباز شریف کا اخلاص یا ہمدردی کیا کام کرے گی کہ جہاں پر آوے گا آواہی بگڑا ہوا ہو۔ اب اخبارات میں خادم پنجاب کی موبائل دسترخوان کی سکیم پڑھ کر اچانک خیال آیا کہ میاں صاحب سے اب عرض کی جائے کہ کیا آپ بھی پوری قوم کو دسترخوانوں کی طرف دھکیلنے لگے! میاں صاحب خدا را یہ نہ کریں۔ اگر آپ اس مد میں کچھ خرچ کرنا یا خوراک کو عوام تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ازراہ کرم اپنی ہم پلہ اشرافیہ سے مل کر آٹا، گھی، چینی اور دیگر اشیائے خوراک کو سستا کریں تاکہ عوام کم از کم روٹی تو پیٹ بھر کر کھا سکیں۔ دسترخوانوں اور تنوروں سے بھی یہی ”لگے بندھے پیشور ہمیشہ کے مساکین“ فائدہ اٹھائیں گے اور وہ ملازم اس شرط پر بھرتی بھی کر لیں گے کہ ”خود کھا آؤ اور ہمارے لیے لے آؤ۔“ میاں صاحب غریب تو روزی کمانے جاتا ہے وہ لائن میں لگ کر کھانا لے گا یا مزدوری کرے گا؟ اگر وہ مزدوری کرے گا تو پھر اس کی ماں، بہن، بیٹی یا بیوی لائن میں لگ کر کھانا لائیں گی؟ میاں صاحب تمام ترقیاتی اور آسائشی منصوبوں کی بجائے عوام کو ضروریات زندگی (دوا، خوراک، لباس) پہنچائیں یہ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ریاست ہر شہری کو روزگار بھی مہیا کرے کہ یہ اس کا فرض ہے اگر نہیں تو اس تک ضروریات زندگی پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال خیر قبول فرمائے اور مزید توفیق دے کہ آپ عوام کو علاج اور تعلیم کی سہولتوں کے ساتھ خوراک پہنچانے کی خدمت کی توفیق بھی دے۔ اور پورے ملک کی بجلی کے جو اخراجات اکیلا آپ کا صوبہ برداشت کر رہا ہے اس کا بوجھ بھی کم کرانے کی اللہ تعالیٰ آپ کی راہ نمائی کرے اور آپ کو توفیق بھی دے۔

# تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اثری

کے بارے میں جیسے فرمایا: ایک دن سال کے برابر ہو جائے گا اور اس میں دنوں کے حساب سے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

[مسلم: ۷۳۷۳]

اسی طرح مراد یہاں بھی دنیا کے دنوں کے حساب سے دن اور گھڑیاں ہیں، اسی طرح اس نظام کے جاری ہونے سے پہلے کے ایام کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر ہے جس چیز کو چاہے، ایک لحظہ میں پیدا کر سکتا ہے، چناں چہ فرمایا:

﴿يَبْدِئُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ [البقرة: ۱۱۷]

”آسمانوں اور زمین کو بنانے والا جب کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو حکم دیتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔“

یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران (۳۷) مریم (۳۵) غافر (۴۲) یٰسین (۸۲) میں بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ناقہ صالح علیہ السلام کو اپنے حکم سے پہاڑ کی کوکھ سے پیدا کیا۔ اس کے حکم سے لفظ بھر میں بگڑے انسانوں کو بندر بنادیا گیا، زمین کے تختہ کو آن کی آن میں قوم لوط علیہم السلام پر الٹ دیا گیا۔ اس لے وہ قادر مطلق جب چاہے جو چاہے پیدا کرنے پر قادر ہے، مگر زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں چھ دنوں کی مدت معاذ اللہ بطور عجز نہیں، بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشا اور حقیقت واقعی کا اظہار ہے کہ وہ لمحہ بھر میں بھی بنانے پر قادر تھا، مگر ان کو چھ دنوں میں بنایا، اور اس میں خود انسان کے لیے بڑا سبق ہے کہ جب قادر مطلق نے تخلیق عالم کی تکمیل چھ دنوں میں کی ہے تو انسان کو اپنی تمام تر ناتوانیوں اور کمزوریوں کے عجلت نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تو کوئی کمی یا کجی نہیں، مگر انسان کا کوئی

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۚ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۚ﴾ [ق: ۳۸-۴۰]

”اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کچھ تھکان لاحق نہ ہوئی۔ پس جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کریں اور اپنے رب کی تسبیح، اس کی حمد کے ساتھ بیان کرتے رہیں، سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات میں بھی اور سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح بیان کرو۔“

ان آیات میں مزید رسول اللہ ﷺ کو تسلی و تشفی اور صبر و تحمل کی تلقین ہے اور مشرکین کے لیے اثبات قیامت کی ایک ضمنی دلیل ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو بلکہ ان کے مابین سورج، چاند، ستارے، دریا، سمندر، پہاڑ وغیرہ سب کو چھ دن میں پیدا کیا ہے، چھ دن سے چھ ادوار یا اللہ کے ہاں ایام کی جو مقدار ہے وہ مراد ہے، کیونکہ ان کی پیدائش کے وقت تو نظام شمسی ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔

اس سے یہی معروف چھ دن بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ ان کے پیدا کرنے میں جتنا وقت صرف ہوا وہ ہمارے شمسی نظام کے حساب سے چھ دن کے برابر تھا، جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم سے جانتا تھا، جیسے احادیث میں اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا دن جمعہ کا ہے یا جیسے اہل جنت اور اہل دوزخ کے بارے میں ہے کہ جَرَتْ عَلَيْهِمْ أَيَّامُهَا وَسَاعَاتُهَا جنتیوں اور جہنمیوں پر دن اور اس کی گھڑیاں گزریں گی، حالاں کہ رات دن وہاں نہیں ہوں گے۔ زمانہ دجال

اور زمین کو بنانے کے بعد ”اپنے سارے کام سے جسے وہ کر رہا تھا ساتویں دن آرام کیا۔“ مگر مسیحی پادریوں نے بعد میں اسے ”آرام کیا،“ کی بجائے ”فارغ“ کر دیا۔ بائبل کے عربی ترجمہ میں بھی فَاسْتَرَاخَ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ کے الفاظ ہیں۔ اس کی مزید تفصیل تفہیم القرآن (ص: ۱۲۵، ج: ۵) میں دیکھئے۔ مگر کیا کیا جائے کہ خروج (ب: ۱۱/۲۰) میں بھی یہی ہے کہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا، بلکہ عہد نامہ جدید میں عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط کے باب ۴: آیت نمبر ۴۰ میں ہے: ”خدا نے اپنے سب کاموں کو پورا کر کے ساتویں دن آرام کیا“ اس لیے ”خروج“ میں یہ تحریف چہ دلاور ازد دئے کہ بکف چراغ دارد کی مصداق ہے۔

تھکاوٹ اور آرام انسان کی کمزوری ہے، اللہ ﷻ اس قسم کے تصور سے پاک ہے۔ یہاں یہ بات بھی دیکھئے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (ص: ۱۰، ج: ۸) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے تین دنوں میں پورا قرآن مجید قلم بند کیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تم مسلسل لکھتے رہے تمہیں تھکاوٹ نہ ہوئی؟ تو اس نے بڑماری اور کہا ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ﴾ پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا اور اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا اور اس کے بعد وہ ایک حرف بھی نہ لکھ سکا۔

﴿فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ جو کچھ یہ کہتے ہیں اور جو بیہودہ الزام تراشیاں کرتے ہیں آپ اس پر صبر کریں، اپنے رب کی تسبیح و تحمید سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے کرتے رہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعُرْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾  
”آپ اس طرح صبر کریں جس طرح اولوا العزم انبیاء نے صبر کیا۔“ [لاحقاف: ۳۵]

جس طرح انہوں نے اپنی قوموں کی مخالفت و مزاحمت اور ایذا رسانیوں سے دل برداشتہ ہونے کی بجائے صبر کیا اور ہمت نہیں ہاری، آپ کو بھی انہی کی طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ

کام کامل اور مکمل نہیں اسے اپنے امور میں مزید غور و فکر کے لیے وقت نکالنا چاہیے۔ تو یوں چھ دنوں میں اس نظام کو پیدا کرنے میں ہماری تفہیم اور ہماری تربیت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم  
چھ دنوں میں عمل تخلیق اس بات کا بھی مشعر ہے کہ جس مالک نے اس کے پیدا کرنے میں اس قدر اہتمام کیا ہے اور اسے ایسا کامل اور خوب صورت بنایا ہے کہ اس میں کہیں کوئی کمی یا کجی محسوس نہیں ہوتی تو یہ کوئی بے مقصد تماشا نہیں، بلکہ اس کا پیدا کرنا ایک مقصد پر مبنی ہے اور ہر عقل مند اور بصیرت رکھنے والا جب اس پہلو سے غور کرتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: ۱۹۱]

”اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے کار اور باطل طور پر نہیں بنایا، آپ پاک ہیں ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔“  
﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ﴾ اس میں دراصل مشرکین کی تردید ہے کہ چھ دنوں میں یہ سب کچھ پیدا کرنے سے ہمیں ذرا بھی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی ”مس“ کے معنی چھونا ہے جو ”لمس“ کے ہم معنی ہے، گویا ارشاد ہے کہ تھکان کا ادنیٰ درجہ بھی ہمیں محسوس نہیں ہوا۔ یوں تھکان کی نفی نہیں بلکہ اس کے احساس کی نفی ہے۔ (سبحان اللہ)

ہم جس طرح پہلے تازہ دم تھے اسی طرح اب بھی تازہ دم ہیں، اور جب پہلی بار پیدا کرنے سے ہم عاجز نہیں ہوئے اور ہمارے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آئی ہے تو کیا دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لیے مشکل ہے؟ اگر یہ لوگ آپ کی دعوتِ توحید اور آخرت پر ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتے ہیں، تو آپ ان کی اس بیہودگی پر صبر کریں اور اپنے اللہ کی تسبیح و تحمید اور بندگی میں لگے رہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا کہ اس میں یہود مدینہ کی تردید ہے، جو محرف تورات کی بنا پر یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں زمین و آسمان بنائے اور ساتویں دن آرام کیا۔ [قرطبی]

چنانچہ بائبل کی کتاب پیدائش (ب: ۲/۲) میں ہے کہ آسمان



نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر دیا ہے، ایک جگہ فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾

”اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو اور مچھلی والے

(حضرت یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جاؤ۔“ [الفلم: ۴۸]

جس طرح وہ اپنی قوم کے بارے میں بددلی کا شکار ہو کر بلا اذن نکل پڑے تھے، آپ بددلی کا شکار نہ ہوں، بلکہ صبر و تحمل سے اپنے مشن پر ڈٹے رہیں۔ ان کا یہ استہزا اور بدتمیزی آپ کے نماز پڑھنے کے دوران میں بھی ہوتی تھی جیسا کہ عقبہ ابن ابی معیط نے عین نماز کے دوران حرم میں آپ پر اونٹ کی اوچھڑی ڈال دی تھی، آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اس پر صبر کریں اور نماز کا اہتمام جاری رکھیں۔ سورۃ العلق (۱۹، ۹۶) میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿كَأَنَّا لَا نَطَعُهُ وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ [العلق: ۱۹]

بہی حکم ایک اور مقام پر یوں ہے:

﴿فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ

أَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ﴾ [طہ: ۱۳۰]

”اے میرے نبی! یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس پر صبر کرو،

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید سورج نکلنے سے پہلے اور غروب

ہونے سے پہلے بیان کرو، اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح

کرو اور دن کے کناروں پر بھی شاید کہ تم راضی ہو جاؤ۔“

بہی حکم سورۃ الدھر کی آیت (۲۶ تا ۲۴) میں ہے اور سورۃ الطور

میں بھی فرمایا ہے:

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ﴾

”اے میرے نبی! اپنے رب کے فیصلے پر صبر کرو، تم ہماری

نگاہ میں ہو، تم جب اٹھو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی

تسبیح بیان کرو، رات کو بھی تسبیح بیان کرو اور ستارے جب

پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔“ [الطور: ۴۸، ۴۹]

”تسبیح“ کے معنی تزیین و تقدیس کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب

اور نقص سے پاک ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ نافیہ کا اظہار

مقصود ہے، جیسے اللہ کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی بیٹا اور بیوی نہیں،

اس جیسا اور کوئی نہیں، اسے نیند کیا اونگھ بھی نہیں آتی، وہ کسی کا محتاج

نہیں، انسان جب سبحان اللہ کہتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ سے ان تمام کی

نفی کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ اللہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے،

یہ شان صرف میرے اللہ کی ہے، اس کے علاوہ مخلوق میں کوئی نہیں جس

میں کوئی عیب اور کمزوری نہ ہو اور جو کسی نہ کسی ناطے غیر کا محتاج نہ ہو۔

اور ”حمد“ کہتے ہیں ثنا اور تعریف کو، یعنی اللہ تعالیٰ کو ان صفات

سے متصف قرار دینا جو اللہ کی شایانِ شان ہیں، یا یہ کہ اللہ کو ان تمام

صفاتِ مثبتہ سے متصف کرنا ہے جو ان کی شان کے لائق ہیں، جیسے

اللہ ایک ہے، علیم، رحمان، رحیم، قدیر، خبیر، سمیع، بصیر، غفار، اول

وآخر، حکیم، حلیم، حافظ، رب، رازق، ناصر، غنی، قوی، مالک وغیرہ

صفاتِ حسنہ ہیں۔

انسان جب الحمد لله، اللهم لك الحمد، وله الحمد،

وبحمدہ کہتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ کمالیہ حسنہ کا اعتراف

واظہار کرتا ہے، یا یوں سمجھئے کہ سبحان اللہ میں لا الہ کا اظہار ہے اور

وبحمدہ میں لا اللہ کا اقرار ہے۔ یہی نفی و اثباتِ ایمان اور توحید ہے،

اور یہی اللہ کو بہت محبوب ہے۔ تسبیح و تحمید کا حکم اللہ نے فرشتوں کو بھی دیا،

بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہے۔

﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾ اسی کا انسانوں کو بھی حکم

دیا تا کہ کائنات سے اس کی یگانگت ہو سکے، یہی نفی و اثبات کا صحیح

عقیدہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان تعلق کا ذریعہ ہے۔ اگر اس

میں خلل واقع ہو تو انسان کا اللہ سے تعلق کمزور حتیٰ کہ منقطع ہو جاتا ہے،

بلکہ اس سے آگے فکر و عمل میں ایسا بگاڑ پیدا ہوتا ہے، جو دنیا و آخرت

میں ذلت و رسوائی کا باعث بنتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

البتہ اللہ کی تسبیح و تحمید سے مراد یہاں نماز ہے۔ کیوں کہ جہاں

جہاں بھی قرآن مجید میں تسبیح و تحمید کا اوقات کے ساتھ ذکر ہوا ہے



سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی نماز عصر ضائع ہوگئی، وقت پر ادا نہیں کی، اس کا تو گھر بار اور مال و متاع سب برباد ہو گیا۔ [بخاری: ۵۵۲، مسلم: ۱۴۱۷]

فجر و عصر وہ دو نمازیں ہیں جن میں رات، دن کے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے، جب وہ اللہ کے ہاں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ لطف و کرم سے پوچھتے ہیں: میرے بندے کیا کر رہے تھے، تو وہ عرض کرتے ہیں جب ہم گئے تھے تو آپ کی عبادت کر رہے تھے اور جب آئے ہیں تب بھی عبادت میں مصروف تھے، اے اللہ! انہیں قیامت کے روز بخش دیجیے۔ [بخاری: ۵۵۵ و مسلم و ابن حزمہ]

اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں سے خوب واقف ہے، مگر یہ بھی اس مالک کا کرم ہے کہ فرشتوں کی یہ ڈیوٹی نمازوں کے وقت میں لگائی تاکہ وہ اس کے بندوں کے گواہ بن جائیں اور ان کے حق میں دعائیں کریں۔ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ یہاں بھی رات کی نماز تہجد مراد ہے، جس کا حکم یوں ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝﴾ [الاسراء: ۷۹]

”اور رات کو نماز تہجد ادا کیجیے یہ تمہارے لیے نفل ہے تو قیامت کے روز تمہارا رب تمہیں مقام محمود عطا فرما دے گا۔“

پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے دو نمازیں فجر اور عصر کی فرض تھیں اور رات کا قیام بھی آپ پر اور امت پر ایک سال فرض رہا، پھر اس کے وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا اور معراج کی رات سب کے لیے صرف پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم ہوا۔ [ابن کثیر]

بعض نے ”وَمِنَ اللَّيْلِ“ سے عشاء کی نماز مراد لی ہے، اور بعض نے اس سے مراد وہ تسبیحات لی ہیں جو رات کو بیدار ہونے پر پڑھی جاتی ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو نماز قبول ہوتی ہے۔ دعا یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ

وہاں نماز مراد ہے۔ [صحیح بخاری، رقم: ۵۵۴] وغیرہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بکلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ ﷻ کے ہاں پیش کیے جاؤ گے اور تم اللہ کو اسی طرح دیکھو گے جیسے یہ چاند دیکھ رہے ہو۔ اور اس کے دیکھنے میں کوئی شبہ نہیں کرتے، اگر ہو سکے تو آفتاب غروب ہونے اور طلوع ہونے سے پہلے نماز سے عاجز نہ رہو یہ ضرور پڑھو۔ اس کے بعد آپ نے سورۃ ق کی یہی آیت تلاوت فرمائی، جس سے عیاں ہوتا ہے کہ یہاں تسبیح و تحمید سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے۔ اس صریح روایت کے بعد غروب سے پہلے سے، مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں مراد لینا درست نہیں، یہ دو رکعتیں غروب کے بہر حال بعد ہیں پہلے نہیں۔ فجر اور عصر کی نمازوں کی خصوصیت کی بنا پر ہی آپ نے فرمایا:

لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ مَنْ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ.

”وہ شخص ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا جو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے، یعنی فجر اور عصر کی نماز۔“ [مسلم، رقم: ۱۴۳۶ عن عمارۃ بن روبینہ]

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پانچ نمازوں کی محافظت کا حکم دیا تو میں نے عرض کیا ان اوقات میں میری بڑی مصروفیت ہوتی ہے آپ مجھے کوئی جامع بات بتلائیں کہ میں اس پر عمل کروں تو وہ میرے لیے کافی ہو، آپ نے فرمایا: حَافِظُ عَلَيِّ الْعَصْرَيْنِ تم دو عصروں کی حفاظت کرو، میں نے عرض کیا ”عصرین“ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز فجر اور نماز عصر [ابوداؤد، رقم: ۴۲۸] وغیرہ [یہاں بھی ان دو نمازوں کی اہمیت مقصود ہے اور جماعت کے ساتھ بروقت ادا کرنا مطلوب ہے، یوں نہیں کہ باقی تین نمازوں کی رخصت مل گئی، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے قرآن مجید میں ”صلاة وسطی“ یعنی نماز عصر کی حفاظت کا حکم ہے، اور غزوہ احزاب میں کفار مکہ کی یورش کی بنا پر وہ قضا ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے، انہوں نے ہماری عصر کی نماز ضائع کر دی۔

الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ  
وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا  
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.

[بخاری: ۱۱۵۴ وغیرہ]

﴿وَأَذْبَارِ السُّجُودِ﴾ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز کے بعد کی تسبیحات مراد لی ہیں۔ جس کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں: فقراء مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اہل ثروت تو جنت میں بلند مقام لے گئے، آپ نے فرمایا: کیا مطلب؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں تو ہم بھی نمازیں پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، مگر وہ صدقہ کرتے ہیں تو ہم فقیر، غریب ہونے کے باعث صدقہ نہیں کر سکتے، وہ اسی طرح غلام آزاد کرتے ہیں ہم یہ نہیں کر سکتے، آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں تم اگر ان کا اہتمام کر لو تو تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا الا یہ کہ کوئی دوسرا بھی ویسے ہی کرے جیسے تم کرو گے۔ تم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کرو، کچھ ایام بعد پھر حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے صاحب ثروت ساتھیوں نے اسی طرح کیا جس طرح ہم کرتے، پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ [بخاری، رقم: ۸۴۳ مسلم وغیرہ]

بعض روایات میں ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کے بعد ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھنے کا حکم ہے، اس کے علاوہ بعض روایات میں ۳۲ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو عمل ایسے ہیں جو ان کا اہتمام کرے گا جنت پائے گا، وہ عمل معمولی ہیں، مگر وہ عمل کرنے والے بھی کم ہیں، ہر نماز کے بعد ۱۰، ۱۰ بار سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، یہ زبان سے پانچوں نمازوں کے بعد ۱۵۰ تسبیحات ہیں، مگر وزن میزان میں قیامت کے روز ان کا اجر

ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) نیکیوں کے برابر ہوگا۔ اور جب سونے کے لیے بستر پر آئے تو ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور ۳۲ مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔ یہ زبان پر ۱۰۰ کلمات ہیں مگر وزن میزان میں ایک ہزار ہیں۔ یوں اسے یومیہ اڑھائی ہزار نیکیاں حاصل ہوئیں آپ نے فرمایا: کون ہے جو روزانہ اڑھائی ہزار گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ [ابوداؤد: ۵۰۶۵، ترمذی: ۴۱۰ وقال حسن صحيح وغیرہ]

مگر افسوس آپ کے فرمان کے مطابق نماز کے بعد یہ تسبیحات ۱۰، ۱۰ مرتبہ پڑھنا بھی عنقا ہو گیا ہے، دنیا اور دنیا داری نے ہمیں اتنا مصروف کر دیا کہ اس معمولی ایک منٹ کے عمل پر بھی عمل مشکل ہو گیا ہے۔ فوا اسفا!

احادیث مبارکہ میں نماز کے بعد ان تسبیحات کے علاوہ بھی متعدد اذکار و ادعیہ کا ذکر ہے۔ ادعیہ مسنونہ پر مشتمل بہت سی کتابیں عام دستیاب ہیں۔ ان سے ان ادعیہ کو یاد کر کے ان کا بھی اہتمام کرنا چاہیے اور باقی اوقات میں بھی تسبیحات کو ورد زبان بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے صبح شام ان کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ بھی یہ تھی کہ آپ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ [ابوداؤد: ۱۸، ترمذی: ۳۳۸۳]

حدیث میں تسبیح و تحمید کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اور مختلف الفاظ سے یہ مروی ہے شائقین الترقیب والترہیب جلد دوم ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَأَذْبَارِ السُّجُودِ﴾ کے بارے میں حضرت عم، علی، حسن، ابن عباس اور ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متعدد تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے یہ منقول ہے کہ اس سے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں مراد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر وعصر کے علاوہ باقی ہر نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔ [احمد، ابوداؤد: ۱۲۷۶] بلکہ عصر کے بعد بھی جب کہ سورج روشن ہو، آپ ﷺ نے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ [ابوداؤد: ۱۲۷۴] اور آپ ﷺ بھی دو رکعتیں گھر میں پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک رات میں رسول

”بالتقین اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ نیز فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶]

”اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

صبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”وہی ہیں جن پر ان کے رب کی خاص عنایت اور مہربانی

ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

جنت کے حق داروں کا ایک وصف یہ بھی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَجَزَاءُ هُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةٌ وَحَرِيرٌ﴾ [الدھر: ۱۲]

”ان کے صبر کے بدلے میں اللہ نے انہیں جنت اور ریشمی

لباس عطا فرمایا ہے۔“ بلکہ فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

”بالتقین صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر و ثواب دیا

جائے گا۔“ [الزمر: ۱۰]

قرآن مجید کی تقریباً ایک سو آیات میں صبر کا مختلف پہلوؤں سے

ذکر ہوا ہے، اور احادیث پاک میں بھی صبر کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

صبر کے بارے میں عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا تعلق بس کسی کی

وفات یا جان و مال کے نقصان سے ہے، مگر یہ درست نہیں۔ اہل علم

نے صبر کی تین قدریں اور قسمیں بیان کی ہیں:

۱: **الصبر علی أقدار اللہ عزوجل:** یعنی اللہ تعالیٰ کے تقدیری

فیصلوں پر صبر، جیسے بیماری، موت، جان و مال و عزت کا نقصان،

ناگہانی پریشانی و مصیبت، اپنی اُمیدوں کے پورا ہونے میں ناکامی،

فقیری و مسکنت، دشمنوں کی ایذا رسانی، قحط اور خشک سالی، آفات

و بلیات وغیرہ۔ مگر ان حوادث میں طبعی آثار ظاہر ہونا جیسے آنکھوں

سے آنسو بہہ پڑنا یا درد کی وجہ سے کراہنا بے صبری نہیں۔

۲: **الصبر علی الطاعات:** یعنی جن کاموں کے کرنے کا اللہ اور

اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ان کی پابندی اور اس پر آنے والی

اللہ ﷻ کے گھر تھا، آپ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں

پڑھیں، پھر آپ ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے آپ ﷺ

نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز ”اَدْبَارُ

النُّجُوم“ ہے اور مغرب کے بعد دو رکعتیں ”اَدْبَارُ السُّجُود“ ہے۔

[ترمذی، حاکم] مگر یہ روایت رشید بن کریم راوی کی وجہ سے

ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اسے غریب کہا ہے۔

[ابن کثیر، ص: ۲۹۴، ج: ۴]

بعض نے ﴿وَأَدْبَارُ السُّجُود﴾ سے سورج کا سجود مراد لیا ہے

اور اس سے ظہر و مغرب کی نمازیں مراد لی ہیں، مگر سورج کا سجود تو ہر لحظہ

اور ہر گھڑی ہے۔ سورۃ الحج (۱۸) میں سورج، چاند وغیرہ کے سجدہ کا

ذکر ہے اور اس سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جھکنا اور سر

تسلیم خم کرنا ہے۔

یہاں دو باتیں مزید غور طلب ہیں، ایک صبر اور دوسری صبر کے

ساتھ نماز۔ صبر کے معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روکنا، یا یہ کہ عقل

و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضا کے مطابق اپنے

آپ کو روک لینا صبر ہے۔ یہ عام لفظ ہے جو مختلف مواقع استعمال کے

اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، چنانچہ کسی مصیبت پر

نفس کو روک رکھنا صبر ہے، یہ ”جزع“ کی ضد ہے۔ اور جنگ میں نفس

کو روک رکھنا شجاعت ہے اور اس کی ضد ”جبن“ (بزدلی) ہے، یہی

صبر اگر پریشان کن حادثہ برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اسے

رحب الصدر (کشادہ دلی) کہتے ہیں جس کی ضد ”ضجر“ ہے۔ اگر

کسی بات کو روک رکھے تو اسے ”کتمان“ کہتے ہیں اس کی ضد مَدَلُّ

(مجبور ہو کر راز فاش کرنا) ہے۔ قرآن مجید میں ان تمام صفات کو صبر

کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [مفردات]

مزید تفصیل کے لیے علامہ غزالی رحمہ اللہ کی احیاء العلوم (ص: ۶۶،

۶۷، ج: ۴) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی عدۃ الصابرین ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ ﷻ نے صبر اور صابرین کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۳]

اور نماز سے مدد چاہو۔ [البقرة: ۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿اَسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا﴾ [الاعراف: ۱۲۸] ”اے میری قوم اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔“

یہاں اللہ سے استعانت کا ذکر ہے اور پہلی آیات میں نماز اور صبر کے ذریعے سے اللہ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے۔ اس لیے کہ نماز ایک بڑا ایجابی پہلو ہے اور استعانت کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور ”صبر“ ایک سلبی کیفیت ہے اور اس میں معاصی سے بچاؤ کا پہلو ہے۔ اور ظاہر ہے معاصی سے اجتناب بھی بہت بڑی عبادت اور اللہ کی محبوبیت و مدد کا سبب ہے۔ گویا نماز سے مامورات میں سے ایک بڑے عمل کے کرنے اور صبر سے منہیات سے اجتناب کا اشارہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ عَبْدَ النَّاسِ .

”اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! محرمات کے ارتکاب سے بچو، تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔“ [ترمذی: ۲۳۰۵]

ایک جگہ براہ راست اللہ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے تو دوسری جگہ مدد کے عملی ذرائع سے اللہ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى .

”کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو نماز پڑھتے۔“ [ابوداؤد: ۱۳۱۹]

غزوہ بدر کے دن میدان کارزار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی جاشاری کے جوہر دکھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ عریش میں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور دعا و مناجات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مشکل اوقات میں نماز، تسبیح و تحمید، ذکر و دعا یہ اللہ سے گہرے تعلق اور مدد کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، بلکہ اللہ سے تعلق اور اس کی عنایت کے بغیر صبر بھی پیدا نہیں ہو سکتا، جیسے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [النحل: ۱۲۷]

”اور صبر کیجیے آپ اللہ کی مدد کے بغیر صبر نہیں کر سکتے۔“ اسی لیے یہاں صبر کے ساتھ نماز اور تسبیح و تحمید کا حکم ہے۔

تکالیف و نقصانات پر صبر۔ روزہ اور ماہ رمضان کو احادیث میں اسی لیے صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲: الصبر عن المحرمات: یعنی جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے ان سے اجتناب اور اس کے نتیجہ میں آنے والی پریشانیوں پر صبر۔ اس لیے صبر صرف اموات و آفات کے موقع پر ہی نہیں، تمام اوامر و نواہی کے مطابق اپنے آپ کو روک لینا اور ان کا پابند بننا لینا صبر ہے، امام سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور میمون بن مہران رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا ہے: ان پر صبر اموات وغیرہ پر صبر سے افضل اور اولیٰ ہے کیوں کہ اموات و آفات تو اکثر و بیشتر محدود وقت سے متعلق ہیں پھر غم غلط ہو جاتا ہے، مگر اوامر و نواہی کے مطابق اپنے آپ کو روکنا اور خواہشات و شہوات کو چکنا زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ یہاں اہل علم کے ہاں بڑی دلچسپ طویل بحث ہے کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر، حافظ ابن قیم رضی اللہ عنہ نے اس پر عدۃ الصابرین میں بڑی نفیس بحث کی ہے، یہ اور اسی نوعیت کے دیگر مباحث کے لیے اہل ذوق اس کتاب کی اور احیاء العلوم جلد چہارم کی مراجعت فرمائیں۔

دوسری بات، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا، وہ ہے صبر کے ساتھ تسبیح و تحمید اور نماز، قرآن مجید میں ہے:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝

وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾ [الدھر: ۲۵، ۲۶]

”اپنے رب کے حکم پر صبر کیجیے اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کی کوئی بات نہ ماننے اور اپنے رب کا ذکر صبح و شام کیجیے۔“

جب بھی مصیبت آئے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے کا حکم ہے۔ ابھی اوپر گزرا ہے کہ سورہ طہ (۱۳۰) اور سورہ الطور (۲۸، ۲۹) میں صبر کے ساتھ تسبیح و تحمید اور نماز کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾

[البقرة: ۱۵۳]

”اے ایمان والو! اللہ سے مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ۔“

یہی بات اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمائی کہ صبر

# توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شمال مارباغ۔ لاہور)

باب: أحب الأسماء إلى الله عز وجل

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نام

۸۳۷. عن أبي وهب [الجشمي] وكانت له صحبة، عن النبي ﷺ قال: ((تَسْمُوا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحِبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ عَبْدَ اللَّهِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَامٌ، وَأَفْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةٌ.)) [صحيح]

”ابو وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے نام رکھا کرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں اور صادق ترین (سچائی پر مشتمل نام) حارث اور ہمام اور سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں۔“

۸۳۸. عن جابر قال: وَلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَاهُ الْقَاسِمَ، فَقُلْنَا: لَا تُكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((سَمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ.))

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم میں سے ایک آدمی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس نے اس بچے کا نام قاسم رکھ دیا اس پر ہم نے اس سے کہا ہم تمہیں ابو القاسم کی کنیت سے نہیں پکاریں گے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا تم اپنے اس بچے کا نام عبد الرحمن رکھ دو۔“ [صحیح البخاری]

باب: تحويل الاسم إلى الاسم

ایک نام کو دوسرے نام سے بدل دینا

۸۳۹. عن سهل قال: أُتِيَ بِالْمَنْذَرِ بْنِ أَبِي

أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ، فَوَضَعَهُ عَلَى فَخْذِهِ - وَأَبُو أُسَيْدٍ جَالِسٌ - فَلَهُی النَّبِيُّ ﷺ بِشَىءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بَابْنِهِ فَاحْتَمَلَ مِنْ فَخْذِ النَّبِيِّ ﷺ، فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَيْنَ الصَّبِيُّ؟)) فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ: قَلْبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((مَا اسْمُهُ؟)) قَالَ: فَلَانٌ، قَالَ: ((لَا، لَكِنْ اسْمُهُ الْمُنْذَرُ)) فَسَمَاهُ يَوْمَئِذٍ الْمَنْذَرُ.

” (ابوحازم) سهل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب منذر بن ابوسید پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے اس نومولود کو اپنے زانو پر رکھ لیا ابوسید بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کسی کام کی وجہ سے دوسری طرف متوجہ ہو گئے تو ابوسید نے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی ران مبارک سے اٹھالیا جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو خیال آیا تو پوچھا بچہ کہا ہے ابوسید نے عرض کیا ہم نے اسے گھر واپس بھیج دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا نام کیا رکھا ہے؟ عرض کیا فلاں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام منذر۔ چنانچہ اسی دن سے انہوں نے اس کا نام منذر رکھ دیا۔“ [صحیح البخاری]

باب: أبغض الأسماء إلى الله عز وجل

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ نام

۸۴۰. عن أبي هريرة قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

((أَخْسَنَى الْأَسْمَاءِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكًا

الْمَلَاكُ)). [صحیح البخاری]



”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ نام یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا نام ملک الاملاک یعنی شہنشاہ رکھے۔“

باب: من دعا آخر بتصغیر اسمہ

کسی کے نام کی تصغیر بنا کر اسے مخاطب کرنا

۸۴۱. عن طلق بن حبيب قال: كنت أشد الناس تكذيباً بالشفاعة، فسألت جابراً فقال: يا طليق سمعت النبي ﷺ يقول: ((يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ دُخُولٍ)) ونحن نقرأ الذي تقرأ.

”طلق بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ شفاعت کا انکار کرنے والا تھا میں نے جابر سے شفاعت کے متعلق سوال کیا انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے طلیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جہنم میں ڈالے جانے کے بعد جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ہم وہی قرآن پڑھتے ہیں جو تم پڑھتے ہو۔“ [صحیح لغیرہ]

باب: يدعى الرجل بأحب الأسماء إليه

آدمی کو اس کے پسندیدہ نام کے ساتھ مخاطب کرنا چاہیے جو اسے زیادہ پسند ہو

۸۴۲. عن حنظلة بن حذيم قال: كان النبي ﷺ يُعِجِبُهُ أَنْ يُدْعَى الرَّجُلُ بِأَحَبِّ أَسْمَائِهِ إِلَيْهِ وَأَحَبِّ كِنَاهُ. [ضعيف الإسناد]

”حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ چیز بہت پسند تھی کہ آدمی کو اس کے پسندیدہ نام اور اس کی پسندیدہ کنیت کے ساتھ مخاطب کیا جائے۔“

باب: تحويل اسم عاصية

عاصیہ نام کو تبدیل کرنا

۸۴۳. عن ابن عمر أن النبي ﷺ غَيَّرَ اسْمَ

عَاصِيَةَ، وقال: ((أَنْتِ جَمِيلَةٌ)) [صحیح مسلم]  
”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاصیہ نام کو بدل دیا اور فرمایا: آج سے تمہارا نام جمیلہ ہے۔“  
۸۴۴. عن محمد بن عمرو بن عطاء، أنه دخل على زينب بنت أبي سلمة، فسألتها عن اسم أخت له عنده، قال فقالت: اسمها برة، قالت: غير اسمها، فإن النبي ﷺ نكح زينب بنت جحش، واسمها برة، فغير اسمها إلى زينب فدخل على أم سلمة حين تزوجها واسمى برة، فسميها تدعوني برة، فقال: ((لا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْبِرَّةِ مَنْكُنَّ وَالْفَاجِرَةَ، سَمِيهَا زَيْنَب)) فقالت: فهي زينب، فقلت لها: اسمي؟ فقالت: غيره إلى ما غير إليه رسول الله ﷺ فسميها زينب.

”حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں حضرت زینب بنت ابوسلمہ کے ہاں گیا تو انہوں نے مجھ سے میرے پاس رہنے والی ہمیشہ کا نام پوچھا میں نے کہا اس کا نام برہ ہے انہوں نے فرمایا اس کا نام بدل دو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا ان کا نام برہ تھا تو آپ ﷺ نے ان کے نام کو تبدیل کر کے زینب رکھ دیا تھا۔ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا آپ گھر میں تشریف لائے تو اس وقت میرا نام برہ تھا آپ نے میری والدہ کو سنا وہ مجھے برہ کہہ کر پکارتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی آپ بڑائی بیان نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ نیکوکار اور فاجر بدکار کو خوب جانتا ہے اس کا نام زینب رکھ دو۔ تو حضرت ام سلمہ نے کہا بہت اچھا اب وہ زینب ہی ہے۔“ [صحیح مسلم]



## (۱) ..... تفویض طلاق

## (۲) ..... حضرت حسین کی گستاخی کا مرتکب کون؟

مفتی محمد عبید اللہ خان عقیف صاحب

گھر والے (بڑا بھائی) بھی دیتے ہیں۔ اُس نے ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی بیوی پر بغیر کسی وجہ کے وحشیانہ جسمانی تشدد بھی کیا ہے۔ نیز اسے بغیر برقعہ چادر کے گھر سے بھی نکال چکا ہے۔ اور اب حالیہ صورت حال یہ ہے کہ عورت نے ۹ سال سے زیادہ عرصہ تشدد کا شکار رہنے کے بعد اب اس مرد کے ساتھ قطع تعلق کا فیصلہ کرتے ہوئے عدالت میں خلع کا مقدمہ دائر کروا دیا ہے۔ اب جب کہ معاملہ عدالت میں ہے اور مرد کو عدالت کی طرف سے طلب کیا جا رہا ہے، وہ صلح صفائی کی بات کرتا ہے۔ اس نے اپنی طرف سے معذرت بھی کی ہے اور معافی بھی مانگی ہے۔ لیکن چوں کہ ایسی معافیاں اور معذرتیں پہلے بھی متعدد بار ہو چکی ہیں اس لیے عورت اور اس کے گھر والے اس کا اعتبار نہیں کرتے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اب تحریری طور پر طلاق کی توکیل کی جائے تو وہ خلع کا مقدمہ واپس لے لیں گے۔

ہم نے مختصر حالات تحریر کر دیے ہیں تاکہ آپ کو حقیقت تک پہنچنے میں سہولت رہے۔ آپ سے التماس ہے کہ ازراہ کرم بیان کردہ حالات کے تناظر میں توکیل طلاق (بجق زوجہ یا فریق ثالث) کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ جاری فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

[سائل: عبدالرافع]

**جواب:** الحمد للہ اعلہم للحق والصواب والصلاة والسلام علی اکرم الاولین والآخرین سیّد المرسلین وخاتم النبیین محمد والال واصحاب والتابعین لهم باحسان الی یوم الحشر والحساب۔ رب زدنی علماً۔

محترم وکرم جناب مفتی عبید اللہ خان عقیف صاحب دامت برکاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبعد! **سوال:** (۱) حال ہی میں آپ کا تحریر کردہ ایک فتویٰ بسلسلہ ”تفویض طلاق“ موصول ہوا، جس سے قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ مسئلہ کے بارے میں آگاہی حاصل ہوئی۔

مکرمی! جیسا کہ آپ بخوبی واقف ہیں، ”فتویٰ“ کا انحصار بہت حد تک ”استفتاء“ کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ جیسے صورت واقعہ پیش کی گئی ہوتی ہے، اُس کے مطابق جواب تحریر کیا جاتا ہے۔ بنا بریں ہم آپ کو ایک مرتبہ پھر زحمت دے رہے ہیں تاکہ صورت واقعہ آپ کے سامنے آجائے۔

مکرمی! آپ نے بجا طور پر تفویض طلاق (بجق زوجہ) کا مسئلہ اہل الظاہر کے مسلک کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ لیکن حقیقی صورت یہ ہے کہ معاملہ مذکورہ میں فریق اول یعنی مرد کو یہ بات پہلے ہی صراحۃً بتا دی گئی تھی کہ اہل حدیث مسلک کے مطابق تفویض طلاق بجق زوجہ درست نہیں۔ البتہ ”توکیل“ ہو سکتی ہے۔ توکیل کے ضمن میں ہم نے بعض اہل حدیث علماء سے پہلے بھی استفسار کیا تھا، جس کا جواب ہمیں مثبت ملا تھا۔ نیز اس سلسلے میں فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا جاری کردہ فتویٰ بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کی وضاحت بھی اہم ہے کہ فریق ثانی یعنی عورت کی طرف سے توکیل کا تقاضا کیوں کیا جا رہا ہے۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ مرد پہلے ہی اپنی بیوی کو بغیر کسی وجہ شرعی کے دومرتبہ طلاق دے چکا ہے۔ وہ مختلف نفسیاتی مسائل کا شکار ہے، جس کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے اور اس بات کی گواہی خود اس کے



قرآن و احادیث کی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ شخصی حقوق میں توکیل بلاشبہ جائز اور اہل حدیث مسلک کے عین مطابق ہے۔ مشہور اسکالر الید محمد سابق مصری رقم فرماتے ہیں:

يجزى ذالك فى كلّ العقود التى يجوز  
للانسان ان يقعدھا لنفسه كالبيع والشراء  
والاجازة واثبات الدين والعين والخصومة  
والتقاطى والصلح وطلب الشفيعه والهبة  
والصدقة والرهن والارتهان والاعارة  
والاستعارة والزواج والطلاق وغيره .

[فقہ السنۃ: ۲۲۸/۳]

مختصر یہ کہ شخصی حقوق میں کسی بھی عقد کے لیے وکالت صحیح ہے۔ مثلاً خرید و فروخت، اجارہ، خصومت تقاضی، صلح، شفعہ، ہبہ، صدقہ، نکاح، طلاق رجوع اور خلع وغیرہ اور اسی طرح ان حقوق اللہ میں بھی توکیل جائز ہے جن میں نیابت ہو سکتی ہے جیسا کہ زکوٰۃ تقسیم کرنا، میت یا عاجز کی طرف سے حج اور عمرے کی ادائیگی کرنا۔

اسی طرح حدود ثابت کرنے (جرم کی تحقیق کرنے) اور حدود کے نفاذ میں بھی توکیل صحیح ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انیس کو جرم کی تحقیق اور حد لگانے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔

اس طویل بحث تشخیص سے ثابت ہوا کہ اہل حدیث مسلک میں شخصی حقوق میں توکیل ثابت اور جائز ہے چوں کہ طلاق خاوند کا شخصی حق ہے جس طرح وہ اپنے اس حق کے استعمال میں آزاد اور مختار ہے بعینہ اسی طرح وہ طلاق واقع ہو جانے کے لیے شرعاً کسی دوسرے عاقل بالغ کو وکیل بنانے میں بھی شرعاً حق بجانب ہے۔ چوں کہ پہلے سوالنامہ مورخہ ۲۰۱۰/۱۱/۲۷ میں حقائق کو چھپا کر سوال کیا گیا تھا۔ اس لیے جواب میں لکھا تھا خاوند سے حق طلاق چھیننا جائز نہیں۔

مگر اس سوالنامہ میں خاوند کی چیرہ دستیوں، تشدد اور دفعہ طلاق سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں چوں کہ عورت اور اس کے اقرباء کی نیت نیک ہے۔ وہ اس گھر کو آباد رکھنے میں کوشاں ہیں۔

بشرط صحت سوال استفتاء کے جواب سے قبل اہل حدیث مسلک کے تناظر میں مسئلہ توکیل اور اس کے دائرہ کار کی وسعت اور شرعی حیثیت واضح کر دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ وھو هذا فیما یلی

**تعریف:** کسی ایسے معاملہ میں جس میں شرعاً نیابت جائز ہے کسی دوسرے عاقل اور بالغ شخص کو اپنی جگہ مقرر کر دینے کو توکیل کہتے ہیں۔ مثلاً کسی کو خریداری، بیع و شرا اور خاصیت میں وکیل بنانا۔

**توکیل کا حکم:** کتاب و سنت سے توکیل کا جواز ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ۶۰] صدقات وصول کرنے والوں کے لیے جو کہ زکوٰۃ وصول کرنے

میں امام وقت کے وکیل ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرُوا أَيُّهَا  
أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْكُلْكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ﴾ [الكهف: ۱۹]

”تم اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر بھیجو وہ اچھا طعام دیکھے اور اس میں سے تمہارے پاس کھانا لائے۔“

یعنی اصحاب کھف نے اپنے میں سے ایک کو کھانا خریدنے کے لیے وکیل بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اغديا انيس الى امرأة هذا فان اعترفت  
فارجمها . [صحيح البخارى: ۱۰۱۱/۲]

”اے انیس اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو۔“

اس صحیح واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو مقدمہ کی تحقیق اور حد قائم کرنے میں اپنا وکیل مقرر فرمایا۔ اس عورت کے اعتراف پر حضرت انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام رافع رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کا نکاح حضرت میمونہ بنت الحارث الہندیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا۔ جب کہ آپ اس نکاح کے وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ تو اس طرح ان دونوں کو عقد نکاح کے لیے آپ ﷺ نے وکیل بنایا تھا۔

ہوئے کہا کہ اپنی چھڑی اٹھا لو اور حرکت بد بند کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان لبوں کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے جھڑی اٹھالی۔

اگرچہ اس بات میں روایات مختلف ہیں کہ ابن زیاد کو منع کرنے والے کون سے صحابی تھے۔ یہ ابو برزہ اسلمی تھے یا کوئی اور؟ امام ابن اثیر کے مطابق حضرت زید بن ارقم تھے۔ [تاریخ کامل ابن اثیر] صحیح البخاری کے مطابق حضرت انس بن مالک تھے اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو برزہ اسلمی کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں اس واقعہ فاجعہ کو یوں ذکر کیا گیا:

(۱) عن انس بن مالك قال أتى عبید الله بن زياد برأس الحسين فجعل يبطس فجعل ينكت وقال في حسنه شيئاً. [صحيح البخارى، باب مناقب الحسن والحسين، ج: ۱، ص: ۵۳۰]

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت حسین شہید کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور آپ کے سر کو ایک طشتری میں رکھ دیا گیا وہ آپ کے چہرہ مبارک پر چھڑی لگانے لگا۔ جامع ترمذی اور ابن حبان میں حضرت انس کہتے ہیں کہ ابن زیاد اپنی چھڑی سے حضرت حسین کی ناک کو جھونے لگا۔ [فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۰]

(۳) وللطبرانی من حديث زيد بن ارقم فجعل قضيباً بيده في عينيه وأنفه فقلت ارفع قضيبك فقد رأيت فم رسول الله صلى الله عليه وسلم في موضعه.

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ابن زیاد اپنی چھڑی حضرت حسین کی آنکھوں اور ناک پر لگانے لگا۔ میں نے ابن زیاد کو کہا چھڑی کو اٹھا لو میں نے رسول اللہ کو یہ جگہ کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ [فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۰]

(۴) مسند احمد بن حنبل میں یوں لکھا ہے: ان ذالك

لہذا فقہ کے اصول سد للذریعۃ کے مطابق عورت اپنے اس لا ابالی خاوند سے اپنے حق میں توکیل طلاق کے مطالبہ میں حق بجانب ہے۔ لہذا اگر خاوند کی نیت میں بگاڑ نہیں اور وہ اب محتاط ہو کر گھر آباد رکھنے میں مخلص اور نیک نیت ہے تو اس کو توکیل طلاق میں بجل نہیں کرنا چاہیے۔ چوں کہ مقدمہ عدالت میں ہے۔ لہذا تیسری طلاق کی روک تھام کے لیے قاضی مالی تاوان کی پابندی عائد کر سکتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے مقروض ہونے کی وجہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خرید و فروخت وغیرہ میں شخصی حقوق میں تصرف سے روک دیا تھا۔ اگر صحیح ہے تو من جانب اللہ ورنہ میرے نفس کی کوتاہی ہے۔ مفتی کسی قانونی سقم کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

هذا الحساب ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب في يوم.

**سوال:** (۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کچھ حلقے خصوصاً شیعہ اور بریلوی کہتے ہیں کہ جب یزید کے دربار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو یزید نے آپ کے دندان مبارک کو چھڑیاں لگائیں۔ بعض اہل علم اس کا انکار کرتے ہیں۔ صحیح تاریخی حوالہ سے بتائیں کہ حقیقت کیا ہے؟ بینواتو جروا [سائل: منزل حسین ایم اے، بی ایڈ]

**جواب:** یہ دعویٰ کرنا کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے نواسہ رسول ﷺ اور سید شباب اہل الجنۃ کے دندان مبارک پر چھڑیاں لگائی تھیں ہرگز درست نہیں۔ کیوں کہ صحیح تاریخی آثار نہ صرف اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ تکذیب کرتے ہیں۔ تمام مؤرخین اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے حتیٰ کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح البخاری کے مطابق کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد ان کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کو پیش کیا گیا۔ درآں حالیکہ سر مبارک ایک طشتری میں رکھا ہوا تھا۔ ابن زیاد چھڑی سے دانتوں کو چھو رہا تھا اور ساتھ ساتھ یہ کہے جا رہا تھا کہ اتنا حسین چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ جب ابن زیاد اس حرکت بد سے باز نہ آیا تو حضرت ابو برزہ اسلمی یہ کریمہ منظر برداشت نہ کر پائے اور ابن زیادہ کو ڈانتے

بحضرة ابی برزۃ الاسلامی . کہ ابن زیاد حضرت ابوہریرہ سلمیٰ کی موجودگی یہ حرکت کر رہا تھا۔ [رأس الحسین، ص: ۱۸ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۷، ص: ۴۶۹] (۵) کمال ابن اثیر میں یہ دلہوز واقعہ یوں لکھا ہے:

جلس ابن زیاد واذن للناس فاحضرت الرؤس بین یدیه وهو ینکت بقضیب ثنیتین فلما راه زید بن ارقم لا یرفع قضیبہ قال اعل هذا القضیب عن ہاتین ثنیتین فواللہ الذی لا الہ غیرہ رأیت شفٹی رسول اللہ علی ہاتین شفتین یقبلہما ثم بکی .

”ابن زیاد بیٹھ گیا تمام سراس کے سامنے لائے گئے۔ تو وہ چھڑی کے ساتھ آپ کے سامنے والے دانتوں کو چھونا شروع ہو گیا جب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اس حرکت سے باز نہیں آ رہا۔ تو اس کو کہا کہ اپنی چھڑی اٹھا لو اس ذات کی سوگند جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ ان دونوں لبوں کا بوسہ لے رہے تھے۔ یہ کہہ کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ رو پڑے۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تصریح فرماتے ہیں:

الذی ثبت فی صحیح البخاری ، ان الرأس حمل الی قدام عبید اللہ بن زیاد وجعل ینکٹ علی ثنایاہ بحضرة انس ابن مالک .

[رأس الحسین، ص: ۱۸]

کہ آپ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے سامنے دانتوں کو چھڑی سے چھیڑ رہا تھا۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۷، ص: ۴۶۹]

حضرت امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام طبرانی، امام ابن حبان جیسے محدثین کرام۔ علامہ ابن حجر جیسے مؤرخ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ جیسے محقق کی مذکورہ بالا روایات سے ایک

بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر چھڑی لگانے والا ابن زیاد تھا نہ کہ یزید بن معاویہ۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ ہمارے موقف کی یوں تائید فرماتے ہیں:

ولکن بعض الناس روی باسناد منقطع ”ان هذا النکت کان بحضرة یزید بن معاویة وهذا باطل فان ابا برزۃ الاسلامی و انس بن مالک کانا بالعراق ، لم یكونا بالشام ویزید بن معاویة کان بالشام ولم یکن بالعراق حین مقتل الحسین فمن نقل الہ لکت بالقضیب بحضرة هذین قدامہ فهو کاذب قطعاً کذبا معلوما بالنقل المتواتر . [رأس الحسین، ص: ۱۸]

وفتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۷]

بعض لوگوں نے منقطع روایت بیان کی ہے کہ یہ چھڑی والا واقعہ یزید کی موجودگی میں ہوا۔ مگر یہ بات قطعاً غلط ہے کیوں کہ ابوہریرہ سلمیٰ اور انس بن مالک حضرت حسین کی شہادت کے وقت عراق میں تھے شام میں نہیں تھے جب کہ یزید بن معاویہ اس وقت شام میں تھا عراق میں نہ تھا۔ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ یزید نے ابوہریرہ اور انس بن مالک کی موجودگی میں چھڑی کی نوک سے چھیڑا تھا وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ ان کا جھوٹ نقل متواتر سے صاف طور پر معلوم اور ظاہر ہو جاتا ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۷]

امام ابن تیمیہ مزید تصریح فرماتے ہیں:

فقد تبین ان القصۃ التی یذکرون فیہا حمل الرأس الی یزید ونکتہ بالقضیب اکذبوا فیہا وان کان الحمل الی ابن زیاد وهو الناکت بالقضیب ولم ینقل باسناد معروف ان الرأس حمل . [رأس الحسین، ص: ۲۵۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۷، ص: ۴۷۹]

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ یہ قصہ کہ آپ کا سر مبارک یزید کے

شہادت کی خبر ملنے پر یزید کے گھر نوحہ ظاہر ہوا بلا کشان کر بلا جب یزید کے پہنچے تو عورتوں نے رو کر استقبال کیا۔

فائدہ: تمام اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ شیخ الاسلام کا قول فیصل:

فيقال ان يزيد لم يأمر بقتل الحسين باتفاق اهل النقل ولكن كتب الى ابن زياد ان يمنعه عن ولاية العراق . [منهاج السنة، ج: ۲، ص: ۲۲۵۔ نیز ملاحظہ فرمائیے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، ص: ۸۵ تا ۸۷]

یعنی مؤرخین اسلام کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ یزید نے حضرت حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ ابن زیاد کو یہ ضرور لکھا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ولایت عراق میں داخل ہونے سے باز رکھے۔ امام غزالی کا فتویٰ:

ما صح قتله ولا امره ولا رضاه بذلك ومهما لم يكن يصح ذلك عنه لم يجز ان يظن ذلك فان اساءة الظن ايضا بالمسلم حرام۔ [وفیات

الاعيان المعروف تاريخ ابن خلكان، ج: ۲، ص: ۴۵۰]  
یعنی یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، قتل کا حکم دینا اور ان کے قتل پر راضی ہونا یہ تینوں باتیں ثابت نہیں اور جب یہ تینوں باتیں صحیح ثابت نہیں تو پھر یہ بھی جائز نہیں کہ یزید کے متعلق ان باتوں کا گمان کیا جائے۔ کیوں کہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِتْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے مسلمانو! بدظنی سے گریز کرو کیوں کہ بعض بدظنی گناہ ہوتی ہے۔“

ان دلائل اور تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دعویٰ جھوٹا اور بے بنیاد ہے کہا امیر یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

پاس لایا گیا اور اس نے آپ کے ہونٹوں پر یا دندان مبارک پر چھڑی لگائی تھی صاف جھوٹ ہے کسی معروف (صحیح) سند سے یہ بات ثابت نہیں کہ آپ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہاں البتہ ابن زیاد کے سامنے ضرور پیش کیا گیا اور وہی اس بے حرمتی کا مرتکب ہے۔ مزید برآں چھڑی کے اس قصہ کو یزید کے سر منڈھنا اس لیے بھی صحیح نہیں کہ حضرت حسین کی بہیمانہ شہادت کی خبر سن کر اس نے بڑے دکھ اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور اہل عراق پر لعنت کی تھی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ تصریح فرماتے ہیں:

لم ار في ذلك الا اسناداً منقطعاً قد عارضه من الروايات ما هو اثبت منها واطهر نقلوا فيها: ان يزيد لما بلغه مقتل الحسين اظهر التألم من ذلك وقال لعن الله اهل العراق لقد كنت ارضى من طاعتهم بدون هذا وقال في ابن زياده: اما انه لو كان بينه وبين الحسين رحم لما قتله . [رأس الحسين، ص: ۲۵]

معروف اور متواتر روایات سے یہ ثابت ہے کہ جب یزید کو حضرت حسین کے قتل کی خبر ملی تو اس نے نہایت دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور کہا اہل عراق پر اللہ کی لعنت ہو۔ میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر بھی ان کی اطاعت پر خوش تھا اور کہا کہ اگر ابن زیاد حضرت حسین کا رشتہ دار ہوتا تو ان کے قتل سے باز رہتا۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲، ص: ۴۷۹]

شیعہ اور سنی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ اولین نوحہ گریز اور اس کا گھرانہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ تصریح فرماتے ہیں:

انه ظهر في داره الندب لمقتل الحسين وانه لما قدم عليه اهله وتلاقى النساء بتاكيني [رأس الحسين، ص: ۲۵ وفتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲، ص: ۴۸۰]

ص: ۴۸۰ وجلاء العيون ملا باق مجلسی ج: ۲ باب شہادت حسین ملاحظہ فرمائیں]

رہا یہ سوال کہ آپ کا سر مبارک کہاں دفن ہے تو اس میں خاصا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دمشق میں دفن ہے۔ بعض کے نزدیک عسقلان اور بعض کے نزدیک قاہرہ اور بعض کے نزدیک حلب شہر ہے اور بعض کے نزدیک کربلا ہے۔

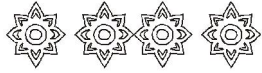
شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ سب باتیں لا اصل اور حقیقت واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک آپ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہے۔

ان الذی ذکرہ من یعتمد علیہ من العلماء  
والمؤرخین ان الرأس حمل الی المدینة ودفن  
عند اخیه الحسن . [فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۷،

ص: ۴۶۸ و رأس الحسین، ص: ۲۶]

قابل اعتماد علمائے کرام اور مؤرخین اسلام کی تحقیق کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جنت البقیع میں اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آسودہ خواب ہے۔

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .



## تصحیح

شمارہ نمبر ۲، جلد ۲۳ میں مضمون ”زبدۃ البخاری یا انکار البخاری“ میں چند غلطیاں رہ گئی تھیں۔ قارئین تصحیح فرمائیں۔

ص: ۲۱، کالم: ۱، سطر: ۱۸..... ۸۵۹ کے بجائے ۸۵۲ صحیح ہے۔

ص: ۲۱، سطر: ۱۲ میں ..... فقہ البخاری فی تراجم البوابہ

ص: ۲۲، کالم: ۱، سطر: ۱۳ ..... لائق التفاق کے بجائے لائق التقات صحیح ہے۔

اداریے کا عنوان بھی صحیح فرمائیں۔

کال ذات پاک مرتبہ دان محمد است (رحمۃ اللہ علیہ)

کے سر مبارک کی توہین اور بے حرمتی کی تھی۔ کیوں کہ جو مؤرخین اس بات کا ذکر کرتے ہیں ان کی بات بے وزن ہے۔ اس لیے کہ اس واقعہ کے راوی اوّل آخر عموماً متعصب اور غالی شیعہ ہیں۔ اس واقعہ کا بڑا اور مرکزی راوی ابوحنیفہ لوط بن یحییٰ ہے۔ یہ صاحب غالی اور باتونی شیعہ ہے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ یہ شخص ثقہ نہیں۔ محض اخباری ہے۔ ابو حاتم وغیرہ ائمہ رجال نے اس کی روایت قبول نہیں کی۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ شعیہ ہے اور شیعہ مؤرخین یزید کے دامن کو داغدار کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ بطور نمونہ مشہور شیعہ مؤرخ جناب مسعودی کا ایک قول پڑھ لیجیے ان کے غلو کی کیفیت اور کیفیت آپ پر عیاں ہو جائے گی۔ قول یہ ہے:

یزید فرعون سیرت تھا۔ بلکہ فرعون اس کی بہ نسبت اپنی رعایا میں زیادہ عادل تھا اور اس کی بہ نسبت اپنے عوام و خواص میں زیادہ انصاف کرنے والا تھا۔ <sup>☆</sup> [مروج الذهب]

**سوال:** حضرت حسین بن علی شہید رضی اللہ عنہ کا مدفن کہاں ہے۔ کیا سر مبارک اور بدن مبارک دونوں اکٹھے دفن ہیں یا علیحدہ علیحدہ ہیں۔

[سائل: منزل حسین]

**جواب:** شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق آپ کا بدن مبارک آپ کی شہادت گاہ ہی میں دفن ہے۔

قد دفن بدن الحسین فی مصرعہ بکربلا ولم

ینبش ولم یمثل . [رأس الحسین، ص: ۲۷ و فتاویٰ

ابن تیمیہ، ج: ۲۷، ص: ۴۸۲]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدن مبارک آپ کی شہادت گاہ یعنی کربلا ہی میں مدفون ہے۔ بعد از دفن آپ کی قبر اکھاڑی گئی اور نہ آپ کا مثلہ کیا گیا۔ لہذا نعش اور قبر کی بے حرمتی کی باتیں محض خانہ ساز افسانے ہیں۔

☆ واہ سبحان اللہ! جناب مسعودی نے قرآن پڑھا ہوتا یا اس کی صداقت کا یقین ہوتا تو یہ رائے قائم نہ کرتا۔ واہ بھئی واہ۔ نوے ہزار اسرائیلی بچے ذبح کرنے والا بھی عادل ہوتا ہے؟ یزید دشمنی میں ان کو یدبھون ابناءکم و یستحبون نساءکم والی مشہور عام آیت بھی یاد نہ رہی۔ یا للعقول الطائشہ

## سنت ترکیہ اور بدعت

حافظ رضوان عبداللہ (ریسرچ فیلو "دارالسلام" لاہور)

علماء کے اقوال:

اب یہاں سنت ترکیہ کی حجیت کے حوالے سے علماء کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

۱: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الترك سنة خاصة مقدمه على كل عموم وكل

قياس . [اقتضاء الصراط المستقيم: ۲۸۰]

”ترک ایک خاص سنت ہے جس کو ہر عموم اور ہر قسم کے قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔“

۲: حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان تركه ﷺ سنة كما ان فعله سنة فاذا

استحبنا فعل ما تركه كان نظير استحبابنا ترك

ما فعله ولا فرق . [اعلام الموقعين: ۳۹۰/۲]

”رسول اللہ ﷺ کا ترک اسی طرح سنت ہے جس طرح فعل سنت ہے اگر ہم ترک پر عمل کرنا چاہیں گے تو یہ ایسے ہی کہ گویا ہم فعل کو ترک کر رہے ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔“

۳: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ولكننا نتبع السنة فعلا او تركا .

”سنت فعلیہ ہو یا سنت ترکیہ، ہم دونوں کی اتباع کرتے

ہیں۔“ [فتح الباری للعسقلانی: ۴۷۵/۳]

۴: علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ان الترك مع حرصه عليه السلام- مع احراز

فضيلة - دليل الكراهة . [اعلام اهل العصر شمس

الحق عظیم آبادی: ۹۵]

”اجر وثواب اور فضیلت حاصل کرنے کی تمنا اور حرص کے

باوجود رسول اللہ ﷺ کا ترک کراہت کی دلیل ہے۔“

۵: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ان كل عبادة مزعومة لم يشرعها لنا رسول الله

بقوله ولم يتقرب هو بها الى الله بفعله فهي

مخالفة لسنة لان السنة على قسمين: سنة

فعلية وسنة تركية فما تركه ﷺ من تلك

العبادات فمن السنة تركها .

[الابداع في مضار الابتداع: ۳۵]

”ہر وہ مزعومہ عبادت جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان

کے ساتھ مشروع نہیں کیا اور اپنے فعل کے ساتھ اللہ کا

تقرب حاصل نہیں کیا تو وہ عبادت سنت کے خلاف ہے

کیوں کہ سنت کی دو اقسام ہیں: سنت فعلیہ اور سنت ترکیہ۔

عبادات میں سے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ترک کیا ہے

ان کا ترک کرنا ہی سنت ہے۔“

سنت ترکیہ کی مثالیں:

اب یہاں پر چند ایسے افعال کو بطور مثال ذکر کیا جائے گا جو رسول

اللہ ﷺ نے نہیں کیے لیکن وہ رائج ہیں۔ ان کو سنت یا عبادت کا درجہ

دیا جاتا ہے اور دین سمجھ کر ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ گزشتہ بحث اور

اصول قواعد کی روشنی میں یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جائے گی کہ وہ

افعال سنت یا عبادت نہیں بلکہ بدعت ہیں۔



## عبادات میں بدعات:

عبادات کے بارے میں یہ اصول گزر چکا کہ جو ثابت ہیں صرف وہی کی جائیں اور جو ثابت نہیں ان کا بجالانا بدعت ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور میں ایسی عبادات رائج ہیں جن کا مخصوص وقت اور مخصوص شکل ہے، مثلاً:

۱: صلاة الرغائب: ماہ رجب میں پہلے جمعہ کی رات مخصوص طریقے سے بارہ رکعات ادا کرنا۔  
غور کیجیے! نوافل نماز مشروع ہے، ممنوعہ اوقات کے علاوہ انسان جب چاہے، ادا کر سکتا ہے لیکن اگر انہیں نوافل کا خاص وقت اور خاص کیفیت مقرر کر دی جائے تو وہ بدعت ہے کیوں کہ شارع نے اس خاص وقت اور خاص کیفیت کی تعیین نہیں کی۔ وہ تعیین ہماری طرف سے ہے اور اپنی طرف سے کسی فعل کو دین اور عبادت کا درجہ دینا بدعت ہے۔

امام ابو شامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا ينبغي تخصيص العبادات باوقات لم يخصصها الشرع . [منحة العلام شرح بلوغ المرام لعبد الله الفوزان : ۷۹/۱]  
”عبادات کی تخصیص ایسے اوقات کے ساتھ جائز نہیں ہے جن کو شریعت نے خاص نہیں کیا۔“

۲: عیدین اور نماز کسوف کے لیے اذان کہنا۔

۳: عیدین کے علاوہ کسی تیسری عید کو وہی مقام و مرتبہ دینا جو عیدین کا ہے۔

۴: نماز کے بعد مخصوص شکل میں گروہ بندی کر کے بلند آواز سے استغفار کرنا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان الاستغفار في ذاته سنة وباعتبار معيشته في رفع الصوت واجتماع المستغفرين بدعة .

[الاغتصام للشاطبي : ۵۳/۱]

”بذات خود استغفار سنت ہے لیکن اس کی مخصوص ہیئت بلند آواز اور محفلوں کی شکل میں کرنا بدعت ہے۔“

۵: نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں کسی خاص دن میں جشن اور دیگر رسومات ادا کرنا اور ان کو عبادت سمجھنا۔ [الاغتصام للشاطبي : ۳۹/۱]  
۶: نیت کے لیے خاص الفاظ اور پھر ان کو زبان سے ادا کرنا۔

[اعلام الموقعين : ۳۸۹/۲]

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار افعال ہیں جن کو نبی ﷺ نے سرانجام نہیں دیا لیکن بعد کے لوگوں نے ان کو اختیار کیا اور دین میں شامل کر دیا حالاں کہ وہ دین نہیں، بدعت ہیں۔

امام ابن دقیق العید الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ان هذه الخصوصيات بالوقت او بالحال والهيئة والفعل المخصوص يحتاج الى دليل خاص يقتضي استحبابه بخصوصه .

[احكام الاحكام : ۱۱۹/۱]

”افعال کو وقت یا کسی حالت کے ساتھ خاص کرنا، ان کی مخصوص شکل اور مخصوص فعل کے لیے دلیل کی ضرورت ہے جو خصوصی طور پر اس فعل کے استحباب کا تقاضا کرے۔“  
پس اس قاعدے کو پلے باندھ لیجیے اور سنن اور بدعات کی چھاننی کرتے جائیے۔

## معاملات میں بدعات:

معاملات میں جو حدود و قیود شریعت نے وضع کر دیے ہیں ان کی پاسداری لازمی ہے اگر ہم اپنی طرف سے ان میں ترمیم و اضافہ کریں گے اور پھر اس کو باعث ثواب سمجھیں گے تو یہ بھی بدعت شمار ہوگا۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر آپ دیگر احکام میں فیصلہ کر سکیں۔

۱: اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ساری زندگی شادی نہ کرنا۔

۲: عبادت کی غرض سے کسب معاش چھوڑ دینا۔

[الاغتصام للشاطبي : ۵۳/۱]



الصحت وملازمة الصوف والتعري والقيام  
فى الشمس او بس الليف او ان يغطى وجهه  
ويمتنع من اكل الخبز واللحم او شرب الماء  
او نحوه كله بدعة مردودة ليست من الدين .  
[مجموع الفتاوى: ۲۰۰/۱۱]

”ہمیشہ خاموش رہنا، ہمیشہ اون کا لباس پہننا، ننگے رہنا،  
ہمیشہ دھوپ میں کھڑے رہنا، ہمیشہ پتوں کا لباس پہننا،  
چہرے کو ڈھانپ کر رکھنا، گوشت اور روٹی نہ کھانا یا پانی کو  
اپنے اوپر حرام قرار دے لینا یہ سب بدعات ہیں، مردود ہیں،  
ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔“  
غور کیجیے! یہ سارے افعال اگر انسان دین سمجھ کر نہ کرے تو مباح  
ہیں لیکن جب کسی چیز کو اپنی طرف سے دین اور عبادت کا درجہ دیتا ہے  
تو پھر خرابی لازم آتی ہیں اور یہی خرابی بدعت ہے۔  
دو غلط فہمیوں کا ازالہ:

یہاں دو ایک اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب ضروری ہے  
تا کہ موضوع محیط اور شامل ہو سکے۔  
غلط فہمی:

جب لوگوں کو بدعات سے اجتناب کی تلقین کی جاتی ہیں اور ان  
سے کہا جاتا ہے کہ یہ عبادت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے تو وہ  
آگے سے یہ اصول بیان کرتے ہیں:  
ترك الشيء لا يدل على تحريمه . [احکام  
الاحکام فى شرح عمدة الاحکام: ۴۰۵/۱]  
”کسی چیز کا ترک اس کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا۔“

ازالہ:

یہ قاعدہ صحیح اور درست ہے لیکن جس محل میں انہوں نے اس کو  
استعمال کیا وہ محل درست نہیں ہے۔ اگر ان کی بات تسلیم کر لی جائے تو  
پھر بدعات کا سرے سے وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، پھر انسان اپنی مرضی  
کی عبادت وضع کرے اور اس قاعدے کو دلیل بنا کر اس کو رواج دے۔

۳: جن معاملات کو شریعت نے ساقط کیا ہے بغرض قرب الہی ان کو  
سرانجام دینا یا ان پر وجوب، استحباب اور اباحت کا حکم لگانا۔

[مجموع الفتاوى: ۲۸۳/۲۹، اعلام الموقعين: ۳۴۷/۱]

۴: نکاح محلل (حلالہ) کو جائز اور حلال سمجھنا۔ [الاعتصام: ۳۶۵/۱]

۵: نکاح متعہ کو حلال کہنا اور اس کا ارتکاب کرنا۔

[حقیقة البدعة واحکامها: ۳۷]

عادات میں بدعات:

عادات میں اصل اباحت ہے لیکن جب کسی عادی امور کو دین اور  
عبادت قرار دے دیا جائے اور پھر اس پر ثواب کی امید رکھی جائے تو  
وہی عادی فعل بدعت شمار ہوگا، مثلاً:

۱: عبادت سمجھتے ہوئے اون اور کھدر کے کپڑے پہننا۔

[مجموع الفتاوى: ۵۵۴/۱۱]

۲: حج کے سوا سر منڈانے کو باعث ثواب سمجھنا۔

[الاستقامة: ۲۵۶/۱، زاد المعاد: ۱۵۹/۴]

۳: ہمیشہ خاموش رہنے، نہ بیٹھنے اور نہ کلام کرنے کی نذر مان لینا اور  
اس پر ثواب کی امید رکھنا۔ [الاعتصام: ۱۵۳/۱]

۴: کسی خاص لباس کو دین اور عبادت سمجھ کر پہننا۔

[اغاثة اللہفان: ۱۲۵/۱، الاستقامة: ۲۶۰/۱]

۵: کسی خاص رنگ کو دین اور عبادت اور سنت کا درجہ دینا۔

۶: کسی خاص کھانے کو حرام قرار دینا اور اس کو عین دین سمجھنا۔ (کسی  
خاص کھانے کو انسان فطرانہ کھاتا ہو اور ناپسند کرتا ہو یہ اور بات ہے  
لیکن کسی خاص کھانے کو حرام کہنا اور دین سمجھنا اور بات ہے۔ پہلی  
صورت میں اس کا تعلق اپنی ذات سے ہے وہ مباح ہے اور دوسری  
صورت میں اس کا تعلق دین سے ہے اور بغیر دلیل کے اس کا یہ فعل  
بدعت ہے۔)

ان کے علاوہ آپ اور بھی بہت سے افعال ایسے پائیں گے جن پر  
کوئی شرعی دلیل نہیں ہے لیکن ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان بدعات کا توڑ کیا جاسکتا ہے اور اگر ”سنت ترکیہ“ کی حجیت کا بھی انکار کر دیا جائے تو پھر عبادات میں کوئی بدعت، بدعت نہیں رہے گی اور دین میں ہر نیا طریقہ عین دین شمار ہوگا!

بدعت اور مصالحِ مرسلہ:

مصالحِ مرسلہ کی حجیت اور اس کے تفصیلی احکام پھر کسی مجلس میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے، یہاں پر بدعت اور مصالحِ مرسلہ کے درمیان جو موٹا سا فرق ہے اس کو ذہن نشین کرنا ہے تاکہ التباس سے بچا جاسکے۔

۱: مصالحِ مرسلہ مقاصد شریعت کو ثابت کرنے کے وسائل ہوتے ہیں، مقاصد میں داخل نہیں ہوتے جب کہ بعض بدعات یا تو عین مقاصد شریعت ہیں یا پھر ان میں داخل ہیں۔

۲: بدعات کا سبب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا لیکن سبب کے پائے جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے اس کام کو نہیں کیا جب کہ مصالحِ مرسلہ کا سبب رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کا ظہور ہوا۔

۳: مصالحِ مرسلہ دین کے کسی اصول یا کسی نص کے مخالف نہیں ہوتے (وہ مصلحت ہی کیا جو دین کے مخالف ہو) جب کہ بدعات صریح نصوص اور اصول دین کے مخالف ہوتی ہیں۔

اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جمع القرآن یا اس طرح کے جو دیگر مسائل پیش آئے وہ بدعات نہیں ہیں بلکہ مصالحِ مرسلہ ہیں جن کی اصل دین میں موجود ہے۔

خاتمہ:

آخر میں ہم نبی ﷺ کے ان افعال کا تذکرہ کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے ترک کیے ہیں، ان متردکات کی کون سی صورتیں ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟

۱: جبلی اور عادی افعال میں نبی ﷺ کی اتباع نہیں ہے جیسے آپ

لہذا اس قاعدے کا صحیح محل یہ ہے کہ اس عادی افعال پر لاگو کیا جائے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ جب تک عادی اور جبلی افعال کے منع کی دلیل نہیں آ جاتی وہ مباح اور جائز ہیں۔

امام شاطبی رحمہ اللہ ”حدیث الضب“ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فهذا ترك للمباح بحكم الجبله ولا حرج فيه .

”جبلی احکام کے اعتبار سے یہ ترک اباحت کے لیے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی اس کو کرنا اور نہ کرنا دونوں

مباح ہیں۔“ [الموافقات: ۶۰/۴]

لہذا قاعدے کا صحیح محل یہ ہے کہ اس کو صرف عادات پر محمول کیا جائے، عبادت پر نہیں۔

غلط فہمی:

یہ بھی پہلی غلط فہمی کی ایک صورت ہے کہ جب ان بدعات کو مرتکبین سے کہا جاتا ہے یہ کام سنت سے ثابت نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کام نہیں کیا، گویا عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔

ازالہ:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ ایسے شخص کا سوال ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے اور سنت سے ناواقف ہے۔ اگر اس سوال کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر کوئی تراویح کے لیے اذان شروع کر دے گا، کوئی ہر نماز کے لیے غسل شروع کر دے گا..... جب اس سے پوچھا جائے گا کہ اس کی دلیل کیا ہے تو وہ کہے گا: تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ منقول اور سنت نہیں ہے؟ اس طرح بدعات کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر بدعتی اسی دلیل کا سہارا لے کر بدعات کی ترویج کرے گا۔“

[اعلام الموقعین: ۳۹۰/۲]

تو ہمارے پاس ”سنت ترکیہ“ ہی ایک ایسی دلیل ہے جس کی بنا پر

وفات کے بعد اس کا سبب ظاہر ہوا۔ اب یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ اس فعل کو شریعت کے کلی اصول و قواعد پر پیش کرے اگر اس کی اصل دین میں موجود ہے تو وہ جائز ہے اور اگر اس کی اصل موجود نہیں تو پھر وہ ناجائز ہے۔ [الموافقات: ۴/۵۸-۶۳]

#### معاون کتب:

اس موضوع کو مزید تفصیل کے ساتھ جاننے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

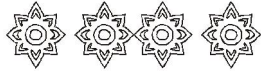
۱: مجموع الفتاویٰ، جلد ۱۱، ۲۶، ۲۹ از شیخ الاسلام ابن تیمیہ

۲: الموافقات للامام شاطبی رحمہ اللہ

۳: اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ

۴: الاعتصام للامام شاطبی

۵: حقیقۃ البدعۃ واحکامہا از ناصر بن سعد الغامدی



نے ”نصب“ کا گوشت ترک کیا۔ اب لازمی نہیں کہ اس کو ترک ہی کیا جائے بلکہ کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز اور مباح ہیں۔

۲: جس فعل کو کسی خاص وصف کی وجہ سے چھوڑا، جب وہ وصف ختم ہو جائے گا تو وہ فعل مباح اور جائز ہوگا، جیسے رسول اللہ ﷺ نے لہسن نہیں کھایا بلکہ ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ تو لہسن نہ کھانے کا سبب مسجد میں حاضری ہے، جب یہ سبب نہ ہوگا تو فعل مباح اور جائز ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ نے وہ فعل کسی مانع کی وجہ سے ترک کیا ہو تو ایسی سنت ترکیہ پر عمل بھی ضروری نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت کو ترک کیا، اس ڈر سے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ تو جب یہ مانع ختم ہو گیا تو نماز تراویح باجماعت ادا کرنا مباح اور جائز ہے۔

۴: نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں سبب فعل موجود نہیں تھا بلکہ اب کی

امام نووی کا مرتبہ مشہور مجموعہ احادیث

#### اربعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اردو میں پہلی بار

..... قرآن مجید: ارشاد الرحمن.....

عمومی مطالعہ اور تدریسی مقاصد کے نقطہ نظر سے مرتب کی گئی کتاب

اسلامیات حدیث اور درس حدیث کے طلباء و اساتذہ کے لیے یکساں مفید

خصوصیات: ..... متن و ترجمہ آمنے سامنے

..... اہم اور مشکل الفاظ کی آسان تفہیم..... حدیث میں مذکور مسائل کی مختصر تشریح

..... حدیث سے اخذ ہونے والے مسائل کا نکات اور اندراج

..... احادیث کی تخریج کے ساتھ آسان زبان اور سادہ اسلوب

عربی زبان کے ترجمہ و تفہیم کا ذوق پیدا کرنے کی ایک کوشش

بڑی تقطیع، عمدہ کاغذ، مضبوط جلد، بہترین طباعت

صفحات: 400، قیمت: 400 روپے

براہ راست خریداری پر طلباء و اساتذہ کے لیے بھی تاجرانہ رعایت

ملنے کا پتا

مکتبہ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور

فون: 0305-4095321, 0344-4238604, 7232731

#### دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج

تعصب و منافرت سے بالاتر پاکیزہ ماحول میں

نوناہلان قوم کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام، تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ تکمیل مسجد و مدرسہ کا کام بھی جاری ہے۔

#### مرکز حسین ابن علی الاسلامی

جام پور روڈ۔ ڈیرہ غازی خان

اس کے علاوہ جامع مسجد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعمیر جاری ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے اخراجات و تنخواہوں کے سلسلے میں مخیر احباب خود تشریف لا کر جائزہ لے سکتے ہیں۔ ہم آپ کے تعاون کے منتظر رہیں گے۔

بانی و مہتمم: محمد حامد اللہ چنگوانی۔ فون: 0333-2641212

ناظم مدرسہ: (مولانا) محمد ذکریا خاں چنگوانی۔ 0333-8578724

## قرآن کی حقانیت بائبل کا منہ بولتا ثبوت

خاور رشید بٹ (دارالعلوم المحمديه لکھنؤ کراچی، مغل پورہ - لاہور)

صدق سالم کے نام کی وجہ تسمیہ یوں بیان ہوئی: یہ اول تو اپنے نام کے معنی کے موافق راست بازی کا بادشاہ ہے اور پھر سالم یعنی صلح کا بادشاہ ہے۔ [عبرانیوں، باب: ۷، فقرہ: ۲۰]

دانی ایل کے متعلق لکھا ہے: تب ان وزیروں اور ناظموں نے چاہا کہ ملک داری میں دانی ایل پر قصور ثابت کریں لیکن وہ کوئی موقع یا قصور نہ پاسکے کیوں کہ وہ دیانت دار تھا اور اس میں کوئی خطا یا تقصیر نہ تھی۔ [دانی ایل، باب: ۶، فقرہ: ۴۰]

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ گزرا ”حزقیہ“ اس کے متعلق سلاطین نمبر ۲، باب ۷، فقرہ ۱۸ میں لکھا: اور خداوند اس کے ساتھ رہا۔

ثابت ہوا پہلے بھی کئی انسان بے عیب اور راست باز تھے تو جناب مسیح کی ہی قربانی کیوں ضروری ٹھہری؟ اس لحاظ سے بھی معلوم ہوا کہ تصلیب مسیح کا واقعہ دلائل و براہین پر نہیں بلکہ ظن اور شک کی بنیاد پر ہے۔

بے عیب برہ:

جناب مسیح علیہ السلام کو زبانی کلامی تو عیسائی لوگ بڑا مرتبہ اور مرتبہ دیتے ہیں لیکن ان کی مذہبی کتاب میں کیا لکھا ذرا ملاحظہ فرمائیں:

تمام عیسائی اور مسلمان اس پر متفق ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزانہ طور پر بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام سے تولد ہوئے یعنی ان کی والدہ تھیں اور ایسے انسان کے حوالے سے بائبل کہتی ہے: وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیوں کر پاک ہو سکتا ہے۔ [ایوب، باب: ۲۵، فقرہ: ۴۰]

ایک مرتبہ ان کے بھائیوں نے عید پر جانے کے لیے کہا اور جناب مسیح جواب دیتے ہیں: میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا کیوں کہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا یہ باتیں ان سے کہہ کر وہ گلیل ہی میں

۴۔ قبل از مسیح کئی افراد راست باز ہو گزرے:

پادری حضرات سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر یہی (کفارہ) طریق نجات تھا تو ابتداء آفرینش سے ہی اسے کیوں نہیں اپنایا گیا اور کیوں لا تعداد انسانیت گناہ کی حالت میں مرے۔ تو جواب یہ دیتے ہیں چوں کہ قبل از مسیح کوئی انسان بے عیب نہ تھا کیوں کہ وہ مرد اور عورت کے ملاپ کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے جن میں ازلی گناہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا جب کہ قربانی کے لیے بے عیب برہ چاہیے تھا۔ لہذا ذات باری تعالیٰ نے اس کام کے لیے اپنا اکلوتا بیٹا کنواری مریم سے پیدا کیا اور انہوں نے سولی پر جان دے کر تمام انسانیت کو گناہ کی معافی دلائی۔

اگر آپ اس منطق پر غور کریں تو مسیح علیہ السلام بھی گنہگار ہی ثابت ہوتے ہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے چوں کہ والد نہ تھے اس لیے وہ والدہ کی طرف سے تو موروٹی گناہ ان کے حصے میں آیا۔

بہر حال بائبل کے مطابق قبل از مسیح کئی ایسے افراد گزرے تھے جو راست باز، پاک باز اور بے عیب تھے۔ چنانچہ حضرت زکریا اور ان کی بیوی کے متعلق لکھا ہے: اور وہ دونوں خدا کے حضور راست باز اور خداوند کے سبب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔

[لوقا، باب: ۱، فقرہ: ۶]

یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام کے حوالے سے لکھا ہے: کیوں کہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پئے گا اور اپنی ماں کے لطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔ [لوقا، باب: ۱، فقرہ: ۱۵]

انجیل متی باب (۲۳) فقرہ (۳۵) میں جناب بائبل کو راست باز کہا گیا ہے۔

سوالیہ انداز سے سمجھیں:

مسیح علیہ السلام نے اگر رسولی پر جان دینے سے قبل تمام انسانیت کا گناہ اپنے ذمہ لے لیا تو وہ بے عیب کیسے رہے؟ اور اگر جان دینے کے بعد گناہ اپنے اوپر لیے تو ایک بے گناہ انسان مارا گیا۔ لہذا کفارہ بے نتیجہ رہا۔

۵۔ کیا جناب مسیح علیہ السلام اپنی مرضی سے شامل ہوئے:

مسیحی حضرات کا کہنا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کے آنے کا مقصد ہی انسانیت کے گناہوں کا کفارہ دینا تھا۔ لیکن حقیقت حال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ کیوں کہ جب یہ اعلیٰ ترین (مزعومہ) مقصد پورا ہونے کا وقت آیا تو وہ مضطرب، پریشان اور اللہ تعالیٰ سے شکوے کرتے ہوئے بائبل میں ملتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بے قرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو..... پھر دوبارہ اس نے جا کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر یہ میرے پٹے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو۔ [متی، باب: ۲۰، فقرہ: ۳۷-۳۲]

معلوم ہوا از روئے بائبل جناب مسیح علیہ السلام اس قربانی کے لیے تیار اور راضی نہ تھے ورنہ ایسی دعائیں کیوں کرتے جب کہ اس کے برعکس سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مکالمہ کس قدر عمدہ اور ایمان افروز ہے۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقَتِ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ [الصافات: ۱۰۲-۱۰۵]

”پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس

رہا لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ (مسیح) بھی گیا۔ ظاہراً نہیں بلکہ گویا پوشیدہ۔ [یوحنا، باب: ۷، فقرہ: ۸-۱۰]

حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

شراب کے حوالے سے بائبل کہتی ہے: بدکاری اور مے اور نئی مے سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔ [ہوسع، باب: ۳، فقرہ: ۱۱]

دوسری جگہ لکھا ہے: اور شراب میں متوالے نہ بنو کیوں کہ اس سے بدچلتی واقع ہوتی ہے۔ [افسیوں، باب: ۵، فقرہ: ۱۸]

معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے شراب حرام تھی لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: کہ انہوں نے لوگوں کو شراب اور مے پلائی۔ [یوحنا، باب: ۲، فقرہ: ۷-۱۰]

جناب مسیح علیہ السلام کا انداز مخاطب اور وہ بھی والدہ سے ذرا ملاحظہ کریں: اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ [یوحنا، باب: ۲، فقرہ: ۴]

جب کہ خروج کی کتاب میں لکھا ہے: تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔ [باب: ۲۰، فقرہ: ۱۲]

انجیل مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوحنا (بپتی) علیہ السلام گناہوں سے معافی کے لیے پتسمہ دیا کرتے تھے۔ [باب: ۱، فقرہ: ۴]

جب کہ جناب مسیح کے متعلق لکھا ہے: اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے نگیل کے ناصرۃ سے آ کر ہردن میں یوحنا سے پتسمہ لیا۔

[انجیل مرقس، باب: ۱، فقرہ: ۹]

(نوٹ) یہ عبارت نقل کفر نباشد کے تحت لکھی گئی ہیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام بھی ایک عام انسان تھے اور انہی کی طرح غلط بیانی اور غیر شرعی کام کر لیتے تھے۔ (نعوذ باللہ)

بے عیب برہ کیسے ہوئے؟ اس بات کو ایک اور انداز سے سمجھیں یعنی کسی کے گناہوں کے بدلے میں قربانی دینے والے کا عیوب سے مبرا ہونا ہی بائبل کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں لکھا ہے: شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دعا باز راست بازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا۔

[امثال، باب: ۲۱، فقرہ: ۱۸]

[امثال، باب: ۱۵، فقرہ: ۲۹]

دوسری جگہ لکھا ہے: اس (مسیح) نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سنی گئی۔ [عبرانیوں، باب: ۵، فقرہ: ۷]

اس کے برعکس جب سولی پر جان دینے لگے تو چلا کر کہا:  
ایلی ایلی لما شبقتنی . [متی: ۲۷/۴۶، مرقس:  
۱۵/۳۴، لوقا: ۲۳/۴۶]

”اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“

یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ تعصیب مسیح کا واقعہ ایک من گھڑت قصہ ہے بلکہ ایک جگہ لکھا ہے:

دیکھ خدا کامل آدمی کو چھوڑ نہ دے گا۔ [ایوب، باب: ۸، فقرہ: ۲۰]  
معلوم ہوا حضرت مسیح کی دعا قبول ہوئی تھی یا پھر وہ کامل نہ تھے۔

نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔“

مسیحی حضرات چوں کہ اللہ تعالیٰ کو باپ اور جناب مسیح کو ان کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ہم انہیں لازمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ خدا اور اس کے بیٹے سے انسان اور اس کا بیٹا اعلیٰ تھے۔

کیا یہ دعا قبول ہوئی:  
بائبل کہتی ہے:

خدا اشریوں سے دور ہے پر وہ صادقوں کی دعا سنتا ہے۔

### ذوالحلیفہ انترنیشنل ٹریول اینڈ ٹورز

(خدمات حج و عمرہ کا با اعتماد ادارہ)

چیف ایگزیکٹو حافظ عبدالرحیم مغل

رابطہ: 0321-4114174, 0300-6996215

ذوالحلیفہ حج و عمرہ کی طرف سے سہولت فراہم کنندہ

یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔

کمرہ	کمل ٹرانسپورٹ کمل زیارات 28 راتیں	کمل ٹرانسپورٹ کمل زیارات 21 راتیں	کمل ٹرانسپورٹ کمل زیارات 14 راتیں	کمل ٹرانسپورٹ کمل زیارات 10 راتیں
4-6 بیڈ	22000	19000	16500	15000
3 بیڈ	29000	24000	20000	18000
2 بیڈ	35000	29000	25000	22000

مکہ المکرمہ: فندک ریم الذاہبی فور سنار ہوٹل

مدینۃ المنورہ: فندک ساطر قصر الخلیج

دایبلہ: 99 ریلوے روڈ، نزد گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی۔ لاہور

جامع القدس، چوک دالگراں لاہور۔ فون: 042-37381262, 35504962

### ماہنامہ ”الشریعہ“ گوجراں والا کی خصوصی اشاعت

بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازی

(نامور اہل علم، معاصرین، تلامذہ اور متعلقین کے قلم سے عصر حاضر کے ایک جید عالم اور محقق کے احوال و خدمات اور افکار و تحقیقات کا تذکرہ)  
[صفحات تقریباً چھ سو۔ ہدیہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ) ۲۰۰ روپے]

برائے رابطہ: ناظم ترسیل ماہنامہ الشریعہ، جامع مسجد شیرانوالہ باغ  
گوجرانوالہ۔ 0306-6426001

### مولانا محمد یونس راہی کا خطبہ جمعہ

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کے مدیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع راجن پور کے امیر جناب مولانا محمد یونس صاحب راہی ۲۸ جنوری ۲۰۱۱ء جنوری کا جمعہ جامع مسجد اہل حدیث شہر کوٹ مٹھن میں پڑھائیں گے۔ ان شاء اللہ

[عبدالصبور خواجہ]



## عقیدہ امامت

حافظ عطاء الرحمن علوی (مدرس دارالعلوم المحمدیہ لکھنؤ و کوشاب مغل پورہ - لاہور)

ہے اور کبھی اسے دیکھ لیتا ہے اور امام وہ ہوتا ہے جو صرف کلام سنتا ہے فرشتے کو نہیں دیکھتا۔ [اصول کافی: ۱/۱۷۶]

یہ کلام وحی ہوتی ہے جسے رسول بھی سنتا ہے، نبی بھی اور امام بھی۔ گویا امام پر بھی وحی کا نزول ہوتا ہے۔

فرشتوں کا نزول:

(i) امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے: ”ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ آتا ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے۔“ [بصائر

الدرجات، ج: ۵، باب: ۷ مطبوعہ ایران - الشیخ والسنۃ اردو، ص: ۷۶]

(ii) محمد بن حسن الصغار نے اپنی کتاب بصائر الدرجات میں عنوان قائم کیا ہے کہ ”ائمہ کو روح القدس ملتا ہے جب وہ اس کے محتاج ہوتے ہیں اور اس میں بتایا ہے کہ روح القدس جبریل و میکائیل سے بڑا فرشتہ ہے اور وہ پہلے رسول اللہ اور ان کی آل کے ساتھ تھا وہ آپ کو خبریں دیتا اور آپ کی رہنمائی کرتا تھا ”هُوَ مَعَ الْأَئِمَّةِ يَخْبِرُهُمْ وَيُسَدِّدُهُمْ“ اور آپ کے بعد وہ اماموں کے ساتھ ہے انہیں خبریں دیتا ہے اور ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ [اصول کافی: ۱/۲۷۳ - بصائر الدرجات الباب الخامس عشر الجزء التاسع، ص: ۲۷۱-۲۷۵]

(iii) ایک روایت کے مطابق یہ فرشتہ پہلے کسی پر نازل نہیں ہوا یہ صرف آپ کے لیے اور اماموں کے لیے مخصوص ہے۔

[اصول کافی: ۱/۲۷۳]

(iv) ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن جعفر صادق کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام علیہ السلام فرمانے لگے۔ ما عندی فیہا شیء۔ مجھے اس کا علم

اماموں کے متعلق غلو اور انکار ختم نبوت:

ان حضرات نے اپنے مزمومہ اماموں کا رتبہ بلند کرتے ہوئے اس قدر غلو کیا کہ عقیدہ ختم نبوت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور انبیاء پر وحی کا نزول، فرشتوں کا اترنا، معصومیت اور اللہ کی طرف سے مقرر ہونے کی مکذوبہ داستانیں بنا کر اس جھوٹ پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھی ہوئی ہے جس کی تفصیل آئندہ ذیلی عنوانات سے واضح ہے۔

امام پر نزول وحی:

(i) باقر مجلسی نے بحار الانوار میں جعفر صادق یا محمد باقر سے نقل کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب قائم ال محمد (بارہواں امام) آئے گا تو یہ آیت تلاوت کرے گا:

﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا

وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ [الشعراء: ۲۱]

یعنی ازاں شام اگر ختم در وقتیکہ از ما ترسیدم پس پروردگار من شریعتی و نبوتی بمن عطا فرمود۔ [بحار الانوار: ۱۳/۵۵۰ فارسی]

یعنی اگر نبی ﷺ سے لے کر بارہویں امام تک نبوت ختم ہے پس میرا پروردگار مجھے شریعت اور نبوت عطا فرمائے گا۔ اسی کتاب کے (۱۳/۶۱۱) پر لکھتے ہیں کہ نبوت و پیغمبری عطا فرمائے گا۔

(ii) حسن بن عباس المعروفی نے شیعہ کے مذمومہ امام ”الرضا“ کی طرف خط لکھ کر رسول، نبی اور امام میں فرق پوچھا، انہوں نے جواب میں لکھا رسول وہ ہوتا ہے جس پر جبریل آتا ہے اور وہ اسے دیکھتا ہے اور اس کی کلام سنتا ہے اور وحی کا نزول ہوتا ہے اور بعض مرتبہ وہ خواب دیکھتا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کا خواب (بچے کو ذبح کرنے والا) اور نبی وہ ہے جو فرشتے کی کلام سنتا



[اصول کافی: ۱/۲۸۰]

اصول کافی میں کلینی نے یہ عنوان بھی قائم کیا ہے: ان الامامة عهد من الله ..... یہ امامت اللہ کی طرف سے ایک منصب ہے جو چند افراد کو ملا ہے۔

(ii) شیعہ حضرات کے مزمومہ چھٹے امام کہتے ہیں: نحن الذين فرض الله طاعتنا ..... ہم وہ ہیں کہ جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ لوگوں کے لیے ہماری معرفت ضروری ہے، ہمارے متعلق جہالت قابل قبول عذر نہیں جو ہمیں پہچانے کا مومن ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہوگا۔ [اصول کافی: ۱/۱۸۷]

(iii) تحفہ نماز جعفریہ جو ابوالقاسم الموسوی اور روح اللہ الحسینی کے فتوؤں کے مطابق مرتب ہے اس کے مرتب سید زوار الحسین ہمدانی فاضل عراق امامت کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”امامت بھی نبوت کی طرح منصب الہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے چاہے نبوت و رسالت کے جلیل القدر عہدے کے لیے منتخب کر لے اسی طرح امامت کے معاملہ میں بھی کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں بلکہ خود پروردگار عالم جسے چاہتا ہے اسے اپنے نبی کے ذریعے محافظ دین معین کر لیتا ہے۔

[تحفہ نماز جعفریہ ص: ۲۸ بحوالہ تاریخی دستاویز]

(iv) شیعہ مؤلف ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں: ”ہمارے عقیدے کی رو سے معصوم اماموں کی امامت لوگوں کی رائے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ [ہمارے عقائد ص: ۹۷ مصباح القرآن ٹرسٹ]

(v) منصوص واجب الطاعت:

اسماعیل بن جابر کہتے ہیں میں نے ابو جعفر (محمد باقر) کو کہا میں تجھ پر اپنا وہ دین پیش کروں جو اللہ نے دین بنایا ہے اس نے کہا آؤ پیش کرو، میں نے کہا: يشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك وأنّ محمداً عبده ورسوله اور اس بات کا اقرار جسے محمد ﷺ لائے: وان عليا كان اماما فرض الله طاعته ثم كان

نہیں۔ وہ یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا دعویٰ واجب الطاعت ہونے کا کرتے ہیں مگر سوالات کا جواب دے نہیں سکتا؟ جعفر صادق نے فوراً دیوار کے ساتھ کان لگا لیا گویا کہ کوئی انسان ان سے ہم کلام ہے تھوڑی دیر بعد فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اسے واپس بلایا گیا۔ پھر امام نے اس کے سوال کا جواب دیا اور وہ واپس چلا گیا پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: لَوْ لَا نَزَادُ لَنَفَدَ مَا عِنْدَنَا۔ اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ کیا جائے تو ہمارا علم کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

[بصار الدرجات از صفار، الجزء التاسع، ص: ۴۱۶]

ائمہ پر جبریل سے بڑے فرشتے کا نزول، ان کا خبریں دینا، ہم کلام ہونا انکار ختم نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

امام منصوص ہوتا ہے:

جس طرح انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت نص اور دلیل سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس گروہ کے نزدیک امام بھی منصوص ہیں اور ان کی امامت اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔ یہ باطل عقیدہ بھی اکاذیب اور جھوٹی روایات کے سہارے پر قائم ہے جو ان کی کتب میں موجود ہیں۔

(i) جعفر صادق سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنے نبی پر وفات سے قبل کتاب نازل فرمائی اور کہا: يا محمد هذه وصيتك الى النجبة من اهلك۔ اے محمد! یہ آپ کے خاندان کے معززین کی طرف وصیت ہے۔ آپ نے جبریل سے پوچھا: وما النجبة؟ میرے خاندان کے معززین کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد۔ اس کتاب پر سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے وہ کتاب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور انہیں حکم دیا کہ اس مہر کو کھولیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ انہوں نے ایسا کیا پھر اپنے بیٹے حسن کو دے دی۔ انہوں نے دوسری مہر کھولی اور اس وصیت پر عمل کیا۔ حتیٰ کہ وہ کتاب آخری امام تک پہنچ گئی۔

(ابو جعفر باقر) کی طرف پہنچا ہے۔ پھر میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو (باقر) نے کہا: یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے۔

[اصول کافی: ۱/۱۸۸]

ان دلائل سے واضح ہے کہ شیعہ حضرات امامت کو نبوت کے متوازی منصب سمجھتے ہیں اور انبیاء کی طرح اپنے ائمہ کو واجب الاطاعت اور ان کو نہ پہنچانے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ [جاری ہے]

بعده الحسن إماما فرض الله طاعته ثم كان بعده الحسين إماما فرض الله طاعته ..... اور اس بات کا اقرار کہ آپ کے بعد علی رضی اللہ عنہ امام تھے ان کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے پھر ان کے بعد حسن امام تھے جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی تھی پھر ان کے بعد حسین امام تھے جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ان کے بعد علی بن حسین امام تھے ان کی اطاعت اللہ نے فرض کی تھی حتیٰ کہ معاملہ اس

توجہ فرمائیں ..... گرامی قدر برادر مکرم جناب عارف جاوید محمدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا پر خلوص ہدیہ قریب قریب ہر سال ملتا رہتا ہے جس کے لیے ہم آپ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ آپ ہم جیسے بے علم اور گنہگار لوگوں کو بھی یاد کرتے رہتے ہیں۔ سر دست اس خط کے لکھنے کے دو مقصد ہیں:

- ۱: مجلہ ”افکار عالیہ“ جو جامعہ عالیہ عربیہ کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے اس کے لیے اپنے گرامی قدر مضامین ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ اس سے پہلے بھی میں آپ سے گزارش کر چکا ہوں لیکن افسوس کہ اب تک آپ نے اس پر توجہ نہ دی امید کہ فوری توجہ دیں گے۔
- ۲: شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری کے فتاویٰ کی ترتیب کا کام جاری ہے۔ آپ کے بہت سارے فتاویٰ محدث والاعتصام میں شائع ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کے پاس ذاتی طور پر موجود ہیں۔ خود آپ کے پاس بھی کچھ فتاویٰ ہوں گے۔ چوں کہ اس طرح کے تمام لوگوں سے آپ کے روابط ہیں اور میرا رابطہ کسی سے بھی نہیں ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر ممکن ہو تو ان فتاویٰ کو کسی طرح ارسال فرمائیں تاکہ ان کو شامل کیا جائے۔ زیر ترتیب فتاویٰ وہ ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔ اور ان کی طباعت جلد ہی ہونے والی ہے۔ امید کہ آپ توجہ دیں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللطیف اثری

مجلہ افکار عالیہ

جامعہ عالیہ عربیہ، منوناتھ بھجنن۔ یو، پی۔ ہند 8090106475

محترمی و مکرمی حضرت حافظ احمد شاکر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت طرفین مطلوب و بعد

یہ خط مولانا عبداللطیف اثری صاحب نے بھیجا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ الاعتصام میں خبر دے دیں کہ اگر کسی کے پاس حضرت شیخ الحدیث صاحب کا کوئی فتویٰ مطبوع یا غیر مطبوع ہو تو اس کی فوٹو کاپی الاعتصام کو بھیج دیں میں آپ سے منگوا کر مولانا کو بھجوا دوں گا۔ مشکور ہوں

گا۔ والسلام محتاج دعا

عارف جاوید محمدی

## مرزا قادیانی کے بعض الہامات

عطا محمد جتوہ

ذیابیطس بھی کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روز پیشاب بہ کثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے۔ سو یہ زرد رنگ کی چادریں ہیں جو میرے حصہ میں آئی ہیں۔“

[براہین احمدیہ، پنجم ضمیمہ، ص: ۱۸۹]

جس حدیث میں دو زرد کپڑوں میں ملبوس ہونے کا ذکر ہے اسی حدیث میں وضاحت سے موجود ہے کہ دجال لوگوں کو کفر کی طرف دھکیل رہا ہوگا۔ اس دوران حضرت مسیح علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید منارہ پر نزول فرما ہوں گے۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ پیشاب کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ لیکن جس انسان کو ایک گھنٹہ میں تین چار دفعہ پیشاب آتا ہو کیا وہ لجمعی سے سوچ سکتا ہے، عبادت کر سکتا ہے، نیند پوری کر سکتا ہے یا مطمئن ہو کر کام کر سکتا ہے۔ اگر آپ کو اس کا احساس نہ ہو تو جس کو سلسل بول کی تکلیف ہو اُس سے پوچھو کہ نبوت کی نشانی ہے یا رب کی طرف سے زحمت کیوں کہ بار بار اٹھنے بیٹھنے سے کپڑوں کو پاکیزہ رکھنا بھی مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔

دوسری زرد چادر سر پر اوڑھنے کی وجہ سے مرزا قادیانی فاطر العقل بن چکا ہے وہ پچاس اور پانچ کی قیمت و کمیت میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ قادیانیوں کو دعوت فکر ہے کہ اگر آپ نے کسی پچاس گرام سونا لینا ہو تو وہ آپ کو صرف پانچ گرام دے دے تو آپ اعتراض کریں گے وہ زرگر یا سیٹھ کہہ دے کہ بھائی صاحب پانچ اور پچاس میں کوئی فرق نہیں صرف نقطہ کا فرق ہے تو یقیناً آپ اسے دیوانہ کہیں گے اگر یہی بات مرزا صاحب کہیں۔

مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے۔ ہرنی کا نام سنگل ہے لیکن مرزا کا جڑواں ہے۔ اُس نے ابتدائی تعلیم مقامی اساتذہ سے حاصل کی۔ حالاں کہ نبی کا دنیا میں کوئی استادن نہیں ہوتا۔ مرزا قادیانی نے جوانی میں دادا کی پنشن کے ۷۰۰ روپے عیش و عشرت میں اڑا دیئے۔ وہ سیالکوٹ کی کچہری میں بطور منشی ملازمت کرتا رہا۔ اس دوران رشوت سے خوب ہاتھ رنگے۔

مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ منہ مانگے دام وصول کرتا، پھر حاجت مند مریدوں کے لیے دعا کرتا۔ مرزا شراب کا رسیا تھا وہ رات گئے تک عورتوں سے جسم دہواتا تھا۔ کبھی کبھار زنا کر لیا کرتا تھا۔ مردانہ قوت کو بحال رکھنے کے لیے تریاق الہی جس کا بڑا جزو افیون تھا خود بھی کھاتا تھا اور اپنے خلیفہ نور الدین کو بھی استعمال کراتا تھا۔ مرزا قادیانی بد زبان، مضبوط الحواس، سلسل البول کا مریض اور فاطر العقل شخص تھا۔ چنانچہ مرزا مسیح موعود ہرگز نہ تھا۔

مخبر صادق محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم دو زرد چادروں میں ملبوس ہو کر نازل ہوں گے۔ مرزا قادیانی اس بات کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی من مانی تعبیر کرتا ہے۔

”مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد چادروں کا ذکر ہے۔ ایسے میں میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے جو اوپر کی چادر ہے وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے۔ اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بیماری بدن کے نیچے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جس کو

بیان کرتا ہے۔ مرزا مسیح موعود کس طرح بناوہ خورد و داد بیان کرتا ہے۔  
”میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ سے نفع کی  
گئی اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ٹھہرایا گیا آخر کئی مہینے  
کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا  
پس اس طور سے ابن مریم ٹھہرا۔“ [کشتی نوح، ص: ۴۶ مندرجہ  
روحانی خزائن، ج: ۱۹، ص: ۵۰]

مذکورہ الہامات اس شخص کو آتے رہے جس کی مخبوط الحواس کا یہ عالم  
تھا۔ بشیر احمد قادیانی اپنے باپ کے حالات بیان کرتا ہے:  
”بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگاہی (جوتا) ہدیہ  
لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے  
اور بائیں دائیں میں چٹاں چٹکلیف کی وجہ سے آپ دیسی  
جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا  
کرتے تھے کہ ہمیں تو اُس وقت پتا لگتا ہے کہ کیا کھا رہے  
ہیں جب کھانا کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے  
آ جاتا ہے۔“ [سیرۃ المہدی، حصہ دوم، ص: ۵۸]  
قادیانیو! ہم آپ کے خیر خواہ ہیں غور کریں۔ یہ سادگی نہیں فائر  
العقل ہونے کی علامت ہے۔

حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جب  
کہ مرزا کہتا ہے کہ میں آدم زاد نہیں ہوں۔  
کرم خالی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں  
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

[براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ج: ۶۰، ص: ۹۷]  
انبیائے کرام تو درکنار کسی ولی نے رب کے دربار میں عاجزی کے  
طور پر اپنے بارے بے شرمی کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ انسان اور  
حیوان کے مابین فرق و امتیاز کرنے والی خصوصیات میں عقل و شعور  
کے علاوہ شرم و حیا بھی ہے۔

مرزا قادیانی کا آدمیت سے انکار اور بشر کی جائے نفرت اور  
انسانوں کی عار ہونے کا اقرار انکساری کا اظہار نہیں بلکہ رب کی طرف  
سے مرزا کو دجل پن کی سزا ہے۔

”براہین احمدیہ کے پچاس حصہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے  
پانچ پر اکتفا کیا گیا چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف  
ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں میں وہ وعدہ پورا  
ہو گیا۔“ [براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص: ۵۴]

مرزا نے براہین احمدیہ کی پچاس جلدوں کی پیشگی رقم لے کر ان کو  
پانچ پر ٹر خا دیا۔ قادیانیو! آپ نے اُسے دیوانہ کہنے کی بجائے مسیح  
موعود تسلیم کر لیا کیوں؟ مرزا قادیانی نے ایک جگہ خود اقرار کیا ہے کہ  
انسانی کوشیطانی الہام بھی ہوتا ہے۔

”اگر جاہلوں کو یہ معلوم نہیں کہ الہام شیطانی بھی ہوا کرتا  
ہے۔ امت کے تمام اکابر اس عقیدہ پر متفق ہیں پس ہر شخص کا  
الہام جو زے الفاظ ہوں اور کوئی فوق العادت امر ان میں نہ  
ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔“

[تربیع القلوب، ص: ۳۹، طبع: ۱۹۰۲ء]  
دعوت فکر ہے کہ پانچ اور پچاس میں فرق کو نہ سمجھنے والا اور دن  
رات میں سو بار پیشاب کرنے والا شخص کہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ  
زرد چادروں سے مراد سردرد اور سسل بول ہیں۔ غور طلب پہلو ہے یہ  
الہام رحمانی ہے یا شیطانی؟

عیسائی عقیدہ ابن اللہ کی نقل اتار تے مرزا قادیانی لکھتا ہے:  
خاطب بنی اللہ بقولہ اسمع یا ولدی .  
”اللہ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے!  
سن۔“ [البشری اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۳ء، ۱/۴۹]  
مرزا قادیانی کا مرید قاضی یار محمد لکھتا ہے:

”حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی  
کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہو گئی گویا کہ آپ عورت  
ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا سمجھنے  
والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔“

[ٹریک نمبر ۳۴ موسومہ ”اسلامی قربانی“، ص: ۱۲]  
صلیبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں لیکن اس قسم کی اللہ  
کے بارے گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے جس طرح مرزا اپنا کشف

## حرص و ہوس کا معرکہ

سوکھے شجر سے برگِ ہما مانگتے ہیں لوگ  
صُصْر سے موجِ بوئے صبا مانگتے ہیں لوگ  
وحدت کا یہ شعور کہ زرقِ حلال بھی  
اضنام سے بنامِ خدا مانگتے ہیں لوگ  
کیا پوچھتے ہو ایسے فقیروں کی سرگزشت  
جو مٹ کے بھی عدو کا بھلا مانگتے ہیں لوگ  
چہروں سے ہے عیاں کہ خموشی کے جس میں  
دم گھٹ رہا ہے اذنِ صدا مانگتے ہیں لوگ  
اس جرم پر حصارِ جفا میں اسیر ہیں  
بھوکے ہیں مدتوں سے غذا مانگتے ہیں لوگ  
بازارِ زر میں حرص و ہوس کا یہ معرکہ  
جو مل گیا ہے اس سے سوا مانگتے ہیں لوگ  
راخِ یہ کیسا میرے مکاں پر بجوم ہے  
مجھ سے غریب شخص سے کیا مانگتے ہیں لوگ

[راخِ عرفانی]